تعلیم و تربیت کا رہنما

سمرنا کا چاند

مصنفہ

مصورِ غم علامہ راشد الخیری دہلوی

مصنفِ الزہرا۔ سرابِ مغرب۔ جوہرِ قدامت۔ صبحِ زندگی
شامِ زندگی۔ شبِ زندگی۔ منازل السایرہ وغیرہ وغیرہ

جسے

عبدالرشید اینڈ برادر تاجرانِ کتب لوہاری دروازہ
لاہور نے شایع کیا

باردوم بماہ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ مطابق اگست ۱۹۲۲ء

(قیمت عہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمرنا کا چاند

(۱)

اویس کی دونوں بچیاں شمس اور قمر جن میں صرف ایک سال کا چھوٹا بڑا پایا تھا۔ ماں اور باپ دونوں کی زیر نگرانی پرورش پا رہی تھیں شمس آٹھ اور قمر سات سال کی تھی۔ اور اس لیے کہ اویس متمول تاجر کا لڑکا اور خود بھی اپنی دولت کی وجہ سے خاصا مشہور تھا۔ اور اس لیے کہ ایک عرصۂ دراز تک ولایت رہ چکا تھا۔ لوگوں کی آنکھیں اُس کی بچیوں کی تعلیم و تربیت پر لگی ہوئی تھیں منیرہ اویس کی بیوی تھی تو قدامت پسند ہی مگر زمانہ کا اثر کچھ بڑھتا چلا تھا اور وقت کی رفتار تھوڑا بہت اپنی طرف گھسیٹ چکی تھی۔ لیکن تعجب انگیز کیفیت اس کی تھی۔ کہ باوجود مغربی صحبت کے جس میں قریب قریب اس کو پانچ چھ گھنٹے صرف کرنے پڑتے تھے۔ قیام ولایت کے جہاں اس نے چار سال پورے گذارے انگریزی تربیت کے چار سال کی عمر تک ایک پڑھی لکھی ماں کی گود میں پلا۔ اس کے خیالات مشرق کی طرف زیادہ جھکے ہوئے تھے۔ بظاہر کوٹ پتلون۔ کالر ٹائی میں ہر وقت جکڑا رہتا تھا۔ میز کرسی چھری کانٹے اِس کے گھر کا جزوِ اعظم تھے لیکن

نہ معلوم کس وجہ سے وہ حقیقتاً اس تمدن اور معاشرت سے خوش نہ تھا وہ رشک سے دیکھتا تھا کہ اس کا اپنا چچا زاد بھائی کس مزے سے باورچی خانہ میں بیٹھا گرم گرم روٹی توے سے اُتری گائے کے گھی سے چُپڑی کھا رہا ہے اس کو حسرت ہوتی تھی یہ دیکھکر کہ چچا اور چچی دونوں میاں بیوی بچوں کو ساتھ لئے بیچ میں بیٹھے آم چوس رہے ہیں اور مگن ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا درحقیقت اُس کو کرنا پڑتا تھا۔ ورنہ اس کا بس چلتا تو یہ سارا سامان جو فرنیچر کہلاتا تھا توڑ پھوڑ کبھی کا الگ کر دیتا۔ اور اس کاٹ کباڑ میں آگ لگا خاک سیاہ کر فرش پر بیٹھتا۔ اور دسترخوان پر کھاتا۔

اویس کے یہ خیالات گدڑی کے لال تھے جو عام پر ظاہر نہ ہوئے۔ مگر ہاں جن لوگوں کو علم ہوگیا وہ حیران تھے کہ ایسا شخص جو سر سے پاؤں تک انگریز اور چوٹی سے ایڑی تک فرنگی ہے کیا کر رہا ہے۔ اور کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے خیالات کا اندازہ سب سے پہلے مغیرہ کو ہوا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ایک روز شام کے وقت جب وہ کپڑے بدل بدلا کر ایک جلسہ میں جاتے لگی اور کچھ کہنے کے لئے اویس کے پاس آئی تو اُس نے کہا۔

آج کہاں جانا ہے؟

مغیرہ۔ مسز ہاربرٹ کے یہاں ٹی پارٹی ہے۔

اویس۔ کس تقریب سے؟

مغیرہ۔ یونہی جب اُس کا جی چاہتا ہے سب کو جمع کر لیتی ہیں۔

اویس۔ اور کون کون ہوگا؟

مغیرہ۔ مشن کی تمام مسیں ہوں گی۔ ہم آٹھ دس عورتیں ہوں گی۔ ہاں دیکھو میں نے کسقدر اصرار سے کہا تھا کہ اس گلابی شرٹ پر انگوری بیل کس قدر خوشنما معلوم ہوگی

مگر تم نے اب تک نہ منگوائی۔ مجبور میں نے وہی اودی لگائی۔

اویس۔ کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ اس وقت تمہارے جسم پر کسقدر مالیت کا زیور اور پوشاک ہے۔

مغیرہ۔ کیوں اس کی کیا ضرورت ہے؟

اویس۔ میں ابھی بتاتا ہوں تم جواب دو۔

مغیرہ۔ زیور سمیت؟

اویس۔ ہاں۔

مغیرہ۔ ڈھائی ہزار کا تو صرف یہ میرا نیکلیس ہی ہے۔

اویس۔ تمام تخمینہ بتاؤ؟

مغیرہ۔ اب میں کیا بتاؤں۔ ہوگا کوئی دس ہزار کا۔

اویس۔ ہاں مگر ایک بات تو بتاؤ۔ اب اگر خدانخواستہ تم کو کوئی ضرورت پیش آجائے اور تم اس کو الگ کرنا چاہو۔ تو کس قیمت کو بک سکتا ہے انگریزی سونا اور پتھر تو ایک کوڑی کے بھی نہیں ہیں۔

مغیرہ۔ پھر ان گڑوں کو کون پوچھیگا؟

اویس۔ شاید دس پندرہ روپیہ تک جاویں۔

مغیرہ۔ اور کیا۔

اویس۔ ایک بات تو تم نے یہ دیکھ لی۔ اگر یہی زیور تم ہندوستانی سونا کا بنوا لیتیں تو یقیناً اسقدر خسارہ نہ ہوتا۔ دوسری بات جو خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ روپیہ جو تم نے اپنی آرایش پر صرف کیا گیا کہاں؟

مغیرہ۔ گیا کہاں ولایت گیا۔

اویس۔ اگر یہی روپیہ ایسی زینت پر صرف ہوتا جو تمہارے ملکی ہوتی تو کیا اچھا ہوتا۔

مغیرہ تو تم جلد گفتگو ختم کرو مجھکو دیر ہو رہی ہے۔ پانچ بجے ہیں۔ صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے

اویس۔ بس تم جاؤ مجھے تو صرف اتنا ہی کہنا تھا۔

مغیرہ۔ اِس کے متعلق پھر گفتگو ہوگی۔

اویس جب تمہارا جی چاہے۔

مغیرہ اب تک خواب خرگوش میں پڑی ہوئی تھی۔ اور اُس کو یقین کامل تھا کہ میری یہ روش اویس کو پسندیدہ ہے۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس تمدن کو جایز نہیں سمجھتا۔ اور یہ سمجھ کیسے سکتی تھی۔ آخر آدمی تھی فرشتہ نہ تھی۔ اشارتاً کنایتاً کبھی بھی تو اویس نے اس قسم کا خیال ظاہر نہیں کیا مہینہ دو مہینہ یا سال دو سال کا ساتھ بھی نہیں نو برس کا ساتھ تھا۔ مگر صدآفرین اویس کو کہ نو سال تک اپنے خیالات کا پتہ نہ چلنے دیا۔ تعجب پر تعجب یہ کہ جس سے ملتا تھا جس پر ہنستا تھا جس پر روتا تھا خود اُسی میں مبتلا تھا۔

مغیرہ اسوقت تو ہنسی خوشی چلی گئی مگر آج اس کی خوشی تمام پھیکی پڑ گئی۔ وہ جلسہ میں گئی بھی ہنسی بھی۔ لیکن افسردگی اُس کی صورت سے اور ملال اُس کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ یہانتک کہ اُس کی دو ایک سہیلیوں نے اور بالخصوص مسز ہربرٹ نے تو کہہ دیا۔ کہ آج تم اسقدر اُداس کیوں ہو۔ اور اس کے جواب میں اُس کو کہنا پڑا کہ کچھ نہیں کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔ وہ کوشش کر رہی تھی کہ ہیچ مردہ نہ معلوم ہوں۔ چاہتی تھی کہ افسردگی کا پتہ کسی طرح نہ چلے۔ مگر صورت دل کی حالت کا آئینہ ہے۔ وہ باتیں کرتی تھی مگر تھی اُسی ادھیڑ بن میں کہ یہ آخر اویس کو ہوا کیا۔ بظاہر کوئی ایسی صحبت نہیں۔ کوئی وجہ نہیں۔ کوئی سبب نہیں عقل کام نہیں کرتی کہ اس تغیر کی تہ میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ دو گھنٹہ کے قریب جلسہ کا زور شور رہا۔ اور ظاہر میں مغیرہ بھی رنگ رلیوں میں شریک رہی۔ لیکن واپسی کے

وقت گاڑی میں بیٹھی تو اس خیال میں ایسی مستغرق تھی کہ ایک اور سہیلی نے جو ساتھ تھی دو تین مرتبہ اس سے بات کی اور اس نے سنا بھی نہیں ۔ کہ کیا کہا اور کیا پوچھا ۔ گھر پہنچی تو تن تنہا اپنے کمرہ میں بیٹھ کر سوچنے لگی ۔ کہ یہ اختلاف مزاج ضرور کچھ گل کھلائیگا ۔ اب تک تو کچھ نہیں گیا ۔ اب یہ کل کو کہیں گے کہ گاڑھا پہنو تو میں کیا کروں گی ۔ ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ اس معاملہ میں مجھکو مجبور کر سکیں ۔ غضب خدا کا پڑھا لکھا آدمی ہو کر یہ حالت کہ ملک کو فائدہ پہنچاؤ آدمی آدمی سب برابر ہیں ۔ جیسے وہ ملک ویسے یہ ۔ کیا وہ ہمارے بھائی نہیں ہیں ۔ علاوہ ازیں کجا وہ کجا یہ ۔ کس کی جوتی کو غرض پڑی ہے کہ اس گرمی میں کھدر پہنے ۔

مغیرہ ان ہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھی کہ اویس اس کمرہ میں آیا اور کہنے لگا کس خیال میں بیٹھی ہو ؟

مغیرہ ۔ تم نے شام کو جو بات کہی تھی اُس پر غور کر رہی ہوں ۔

اویس ۔ خوشی کی بات ہے کہ تم نے اُسے قابل غور سمجھا ۔

مغیرہ ۔ میں تو اس کو خوشی کی بات نہیں سمجھتی ۔

اویس ۔ کیوں تم کو اس سے اتفاق نہیں ؟

مغیرہ ۔ ہرگز نہیں ۔

اویس ۔ وجہ ؟

مغیرہ ۔ ہندوستان اگر اس قابل ہوتا تو اس پر یہ وقت کبھی نہ آتا ۔ ہم کو ہندوستان سے ایسی حالت میں کہ ہم کو خود تکلیف ہو کوئی ہمدردی نہیں ۔ ہم کو جو راحت و آرام غیر ملک کی چیزوں سے مل رہا ہے یہ اپنی چیزوں سے ہرگز میسر نہیں ہو سکتا تم سوچ کر کہو کیا کہہ رہے ہو ۔

اویس۔ اور میں آج سال بھر سے سوچ رہا ہوں۔ مجھے تمہاری عقل پر ہنسی آتی ہے۔

مغیرہ۔ اور مجھے تمہاری عقل پر رونا آتا ہے۔

اویس۔ یہ انتہائی خود غرضی ہے۔

مغیرہ۔ مطلق نہیں۔

اویس۔ خیر جانے دو۔ ہاں تم نے شمس کے متعلق کیا فیصلہ کیا؟

مغیرہ۔ میں تمہاری رائے سے متفق ہوں۔

اویس۔ یہ تمہاری غلطی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ میں تمہارے ہاتھوں اسقدر مجبور ہو جاؤں۔ کہ اولاد کے معاملہ میں بھی اپنے اختیارات بالکل سلب کر لوں۔ تمہاری عقل ٹھکانے نہیں رہی۔ وقت نے تمہاری آنکھوں پر پردے ڈال دیئے محض علم جب تک تربیت نہ ہو کسی کام کا نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے اس کی تعلیم میں کسر نہیں کی۔ اور اب بھی جس قدر ضروری ہے اس پر توجہ کافی کر رہی ہو۔ مگر تربیت جو انسانیت پیدا کرنے والی چیز ہے اس سے تم بالکل غافل ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ طوطے کی طرح کتاب تو رٹ لیتی ہے اور جہاں سے پوچھو فر فر سنا بھی دیگی۔ مسلمان لڑکیوں کے جو اصلی جوہر ہیں وہ اُن سے ہزاروں کوس دور ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی عمر کے لائق اردو پڑھ لیتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اسے انگریزی کی بھی شد بُد ہے۔ اس کی گنتی اور پہاڑے بھی میرے علم میں ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ سب سے بڑی سب سے سخت تکلیف دینے والی بات جس نے مجھکو اس قدر پریشان کیا اور اب بھی متفکر ہوں یہ ہے کہ وہ ایک حرف قرآن شریف کا نہیں پڑھ سکتی۔ اور اگر تم کو ناگوار نہ ہو تو میں کہوں کہ تم نے نماز کے متعلق اس کو کچھ بھی یاد نہ کرایا۔ کیا مسلمان کی بچی کو نماز نہ یاد کرنی چاہیئے۔ تم ناخوش نہ ہونا اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے

کہ تم نماز نہیں پڑھتیں۔ اس پر اعتراض نہیں۔ میں خود ہی نہیں پڑھتا تو دوسرے پر کیا کرونگا۔ البتہ یہ نہیں چاہتا کہ میں اور تم خدا کے آگے گردن نہیں جھکاتے اور اُس کی عنایت و کرم کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو ہماری اولاد بھی ہماری طرح گمراہ رہے۔

مغیرہ۔ یہ تو کوئی بھی نہیں چاہتا۔

اویس۔ تو پھر اس کی تدابیر کرنی چاہئیں۔

مغیرہ۔ تم شوق سے ایک اُستانی رکھ دو ...... مگر۔

اویس۔ مگر کیا؟

مغیرہ۔ مگر یہ کہ جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔

اویس۔ کیا نتیجہ ہوگا؟

مغیرہ۔ خیر تم بسم اللہ کرو میں کچھ نہیں کہتی۔

اویس۔ کہتے کہتے رُکتی کیوں ہو۔

مغیرہ۔ رُکتی نہیں جب تک آدمی مرد ہو یا عورت بات اچھی طرح نہ سمجھ سکے اُس کا کہنا فضول ہے۔ طوطے کی طرح یاد کرادو۔ مگر نماز کے واسطے ضروری ہے کہ آدمی جو کچھ کہے وہ سمجھے بھی۔ اس عمر میں نماز یاد کرانے سے کیا فائدہ

اویس۔ تو کیا تمہاری رائے میں نماز جوانی میں یاد کرنی چاہئے۔

مغیرہ۔ جوانی میں نہیں تو کم از کم اُس وقت جب سمجھنے کی قابلیت ہو۔

اویس۔ خوب۔

مغیرہ۔ ایک اور بات ہے۔ اُستانی کی صحبت میں سوائے لغویات کے اور کیا سیکھے گی؟

اویس۔ ہاں یہ مسئلہ قابل بحث ہے۔ اُستانی کی صحبت اگر پسند نہیں تو جانے دو مگر کوئی ایسا شخص ضرور نگراں ہونا چاہئے جسکو تم پسند کرو۔ کیونکہ میری رائے میں

تعلیم بغیر تربیت کے درست نہیں۔

مغیرہ۔ میری رائے میں تو مس فلپ بہت موزون ہے۔

اویس۔ نہیں اُسکو میں تو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

مغیرہ۔ کیوں اُس میں کیا خرابی ہے۔

اویس۔ تم کو واقعات کا علم نہیں۔ یہ تمام مشنری عیسائی جو تم کو ہندوستان کے چپہ چپہ پر ملتے ہیں۔ ان کا وجود محض تبلیغ ہے۔ ان کو اس بات کی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو دوسروں کو عیسائی کریں۔ جب ایک شخص کے پیش نظر اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اُس کی زندگی کا مقصد ہی یہ ٹھیرا۔ تو تم خود خیال کرو کہ وہ جو کام بھی کریگا۔ اپنا مقصد سامنے رکھے گا مشنری اُستانیاں گھروں میں پہنچتی ہیں۔ مگر کس غرض سے۔ بتاؤ؟

مغیرہ۔ یوں ہی ملنے جلنے اور کس غرض سے۔

اویس۔ مگر بظاہر اُن کی آمدورفت کی خاص وجہ کیا ہے؟

مغیرہ۔ تعلیم

اویس۔ ہاں یہ ٹھیک ہے لوسنو!

اگر تعلیم کا سلسلہ نہ ہوتا تو اور کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا کہ ان کی آمدورفت شرفا میں ہوتی۔ اور شرفا ہی کیا عوام میں بھی یہ جادو اچھی طرح چل رہا ہے۔ ہر شخص کے دل میں یہ امنگ اور آرزو پیدا ہوتی ہے کہ اس کی لڑکی پڑھی لکھی تعلیم یافتہ ہو۔ کہ اُسکو اچھا شوہر ملے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ تعلیم ہی اُس کی کامیابی کا ذریعہ ہو جائے۔ عوام کا حال تو یہ ہے کہ لڑکی پڑھ لکھ کر بڑے آدمیوں میں کھپ جائیگی۔ بڑے آدمی اسلئے کہ اُن کا اپنا کوئی مدرسہ نہیں جہاں لڑکیوں کو بھیجیں۔ ان حالات میں ان کی نظر پھر پھرا کر ان ہی عیسائی مشنری اُستانیوں پر

پڑتی ہے وہ اس موقع کو غنیمت سمجھتی ہیں۔ اور تعلیم کے سلسلہ میں آمدورفت شروع ہوجاتی ہے۔ اب بتاؤ ایک ماں باپ بھائی کے سامنے اُستانی اُردو کا قاعدہ پڑھارہی ہے۔ دیکھنے والے کوئی وجہ نہیں کہ شبہ کریں۔ وہ تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ اُستانی اُردو کا قاعدہ پڑھارہی ہیں۔ اُن کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ اُستانی کا مقصد کچھ اور ہے۔ اور تعلیم محض بہانہ ہی بہانہ ہے۔ بچوں کے دل و دماغ کچے ہیں کسی وقت اُستانی اُن کے آگے کہانی ہی بیان کررہی ہے کہ لڑکی کا دل بہلے سننے والے بھی پرواہ نہیں کرتے جانتے ہیں کہ ہماری آنکھوں کے سامنے کہانی کہہ رہی ہیں لیکن اُسی کہانی کے سلسلہ میں اُستانی نے موقعہ پاکر کسی وقت یسوع مسیح کا بھی حال سناہ دیا۔ اب یہ واقعہ لڑکی کے دل پر گڑگیا۔ تم ہی کہو کہ اس کا اثر اُس کے دل پر کیا ہوگا۔ یہ اور اسی قسم کی اور باتیں ہیں جو عیسائی اُستانیاں کرتی رہتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنی شفقت اور ہمدردی کا لڑکی کو ہر طرح سے یقین دلاتی ہیں تم کو معلوم ہوگا کہ زبان کی طاقت وہ ہے جس کے آگے دولت اور شمشیر سب ہیچ ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس نے سلطنتوں میں انقلاب پیدا کردیئے۔ ایک لڑکی کے مذہب کی تبدیلی کروادینا کون بڑا معرکہ ہے۔ دور کیوں جاتی ہو تم کو تمہارے ہی محلہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ عائشہ کی ماں تو تم کو یاد ہوگی جس وقت اُس کے یہاں مراہوا بچہ پیدا ہوا ہے۔ اور اُس کی حالت خراب ہوئی ہے۔ میں بازار سے آرہا تھا۔ گاڑی سے اُتر کر محلہ میں قدم رکھا تو اُس کی بڑی لڑکی دروازہ میں کھڑی رورہی تھی۔ مجھے بلایا میں اندر گیا تو بُو کے مارے ناک نہیں دی جاتی تھی۔ عائشہ کی ماں ایک جھلنگا چارپائی پر بیہوش پڑی تھی گھر کی عجیب کیفیت تھی۔ کوئی بچھونا نہ تھا نہ پلنگ میں نے لڑکی سے پوچھا تیری ماں کا کیا حال ہے۔ وہ رونے لگی۔ اسی طرح صبح سے پڑی ہیں۔ اپنی غلطی کا خود ہی اقرار کروں۔ میں نے اُس وقت نخوت

سے کام لیا۔ اور اُس کو اسی حالت میں چھوڑ کر گھر آگیا۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا ایک غریب محتاج عورت اِس حال میں پڑی ہے اور اُس کو ایک پیسہ کی دوائی بھی میسر نہیں موسم سرد تھا اور مجھے اب یاد آتا ہے کہ مریضہ کے پاس لحاف تو درکنار رضائی تک پاس نہ تھی۔ جب ہم لوگوں نے پروا نہ کی تو ایک روز صبح ہی مس الو وہاں پہنچیں اور موقعہ کو نعمت جان کر اُسی وقت اپنے آدمی سے دودھ اور انڈا منگوا کر پلایا۔ ایک کمبل اس کو اوڑھایا ایک نیچے بچھایا دونوں وقت کا کھانا دودھ انڈے گھی وغیرہ ہسپتال سے آنے لگے۔ تھوڑے ہی روز میں وہ اچھی ہوگئی اور اچھی ہونے ہی سنا کہ وہ عیسائی ہوگئی۔ کیا تم اب بھی اِن عیسائی اُستانیوں کی کوشش کا مطلب نہیں سمجھ سکتیں۔ تم تو اُستانی کے سپرد کرنے کو کہتی ہو میں تو اسکو پھٹکنے تک نہ دوں۔

مغیرہ۔ یہ محض تمہارا تعصب ہے کہ تم اُن کی بابت ایسی رائے قائم کر چکے ہو حقیقت یہ ہے کہ میری بھی بہت سی عیسائی عورتوں سے ملاقات ہے۔ اور کچھ آج سے نہیں۔ مدتوں سے۔ مگر میں نے اُن کے خلق کو ہمیشہ بے مثل پایا۔ ہم مسلمان ہیں مگر ایمان کی بات یہ ہے کہ ہم میں وہ بات نہیں۔ اس خلق اور محبت پر کیا مجال جو کبھی مذہب کے متعلق بھولے سے بھی گفتگو ہوئی ہو۔

ادیس۔ ہاں یہ تمہاری رائے درست ہے۔ مگر تم اُس کی وجہ اصلی پر غور کرو۔ اُن کو اچھی طرح یقین ہے کہ اب تم عمر کے اُس حصہ کو طے کر چکی ہو اور ایسی حالت موجودہ میں کہ تمہارا عیسائی ہونا مشکل نہیں محال ہے۔ یوں تو بڑھیاں بڑھیاں تبدیل مذہب کرتی ہیں۔ مگر اوّل تو تم صاحب اولاد ہو علاوہ ازیں اُن کو یہ توقع نہیں کہ تم عیسائی ہو جاؤ گی۔ پھر بھلا ایسا کام کرنا جس کی پہلے ہی سے توقع نہ ہو کون جائز کہہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں تم سے گفتگو ہی نہیں کرتیں

مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تمہاری وجہ سے کوئی شکار اِن کے ہاتھ لگے تو وہ چوکنے والی نہیں ہیں ۔

مغیرہ ۔ تو پھر تمہاری کیا رائے ہے ؟

اویس ۔ میری رائے میں دونوں بچیاں مسلمان اُستانی کے سپرد ہونی چاہئیں ۔

مغیرہ ۔ مسلمان اُستانیاں ہیں کہاں ؟

اویس ۔ ہاں درست ہے ، اس کی تلاش کرو ۔

مغیرہ ۔ تلاش کہاں سے کرو ۔

اویس ۔ جب تک اُستانیاں نہ ملیں خود محنت کرو ۔

مغیرہ ۔ میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے ۔

اویس ۔ جس طرح بھی ہو نکالو ۔

مغیرہ ۔ تم کیوں نہیں نکالتے ؟

اویس ۔ میں بھی کوشش کرونگا ۔

مغیرہ ۔ جو وقت مقرر کرو میں پڑھا دیا کروں ۔

اویس ۔ اب تک تم میرا مطلب نہیں سمجھ سکیں ۔ جہاں عیسائی اُستانیوں کی تعلیم کے خلاف ہوں ۔ وہاں مسلمان اُستانیوں کی بھی محض تعلیم کو کافی نہیں سمجھتا ضرورت ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہو ۔ مسلمان لڑکیوں کو جب تک اسلامی اصول کے تحت میں تربیت نہ ملے گی تعلیم فضول ہے ۔ موجودہ نصاب اُنکو مسلمان بنانے کی بجائے اور غیر مسلم بنا رہا ہے ۔ اِن کے دلوں سے اِسلام کی وقعت کم ہو رہی ہے ۔ ضرورت یہ ہے کہ مذہب کی عظمت ان کے دلوں میں رہے اور وہ اسلام کی قدر و منزلت کریں ۔ ان کو معلوم ہو گا کہ اسلام نے دنیا میں انکو کیا جگہ دی ہے ۔ اور عورت کی حیثیت مسلمانوں میں کیا ہے ۔ تم نے

بھی بارہا سُنا ہی ہوگا کہ عورت کی جو وقعت عیسائیوں میں ہے کسی مذہب میں نہیں - یہ صریح جھوٹ ہے - درحقیقت عورت کی جو حیثیت اسلام میں ہے وہ عیسائیوں میں ہرگز نہیں -

مغیرہ - تو اب تم تربیت کا خود انتظام کرو میں متفق ہوں -

(۲)

دونوں بچیاں کہنے کو تو ایک ماں کے پیٹ اور ایک باپ کی اولاد تھیں مگر جس طرح ماں اور باپ دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا اسیطرح ان دونوں کی عادات و خصائل میں بھی بُعد المشرقین تھا - قمر چونکہ صلاحیت کی طرف زیادہ جھکی ہوئی تھی - اور باپ کی گفتگو کو ہمیشہ غور سے سنتی تھی اُس نے یہ معمول کرلیا کہ ظہر کے وقت جب وہ تعلیم سے فارغ ہوئی اُسکو اپنے پاس لے بیٹھا اور اس قسم کی باتیں شروع کیں کہ خواہ مخواہ اُس کا دل لگے (آج بھی اُس نے دلچسپ گفتگو کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا) اور اسی طرح وہ مختلف قسم کی باتیں کر رہا تھا کہ بچی نے پوچھا کہ ابا جان میں کل شام کو سرو کے درخت کے نیچے جا رہی تھی تو ماں کہنے لگیں - کہ شام دونوں وقت مل رہے ہیں اس وقت ہرے بھرے درخت کے نیچے کھڑا ہونا ٹھیک نہیں اُدھر نہ جاؤ - کیوں ابا جان وہاں کیا ہوتا ہے -

اویس - بیٹی تم نے بہت اچھی بات پوچھی وہاں جاتے کو اُنہوں نے اِسلیئے منع کیا کہ شام کے وقت جانور درختوں پر آکر بسیرا لیتے ہیں - اگر وہ بیٹ کردیں تو تمہارے کپڑے خراب ہونگے - اتنا کہکر اُسنے بیوی کو بلایا - اور کہا لو تم قمر کے ایک سُوال کا جواب دو - یہ کیا کہہ رہی ہے -

جب قمر نے وہی سُوال ماں سے کیا تو وہ کہنے لگی تم نے کیا جواب دیا؟

اویس میں نے تو یہی کہا کہ بسیرے کا وقت ہے جانور بیٹھتے ہیں - ایسا نہ ہو کپڑے

خراب کردیں۔

مغیرہ بس تو پھر میں کیا بتاؤں۔

اویس۔ تعلیم یافتہ ہونیکا دعوی تو کرتی ہو اور اتنا نہیں جانتی!

مغیرہ میں نے کب تعلیم یافتہ ہونیکا دعوی کیا ہے؟

اویس۔ خیر نہ سہی اس کی وجہ ایک اور ہے۔ لو بیٹی قمر سنو۔

قمر۔ جی فرمایئے

اویس۔ تم کو معلوم ہے کہ جس طرح ہم تم ہوا کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ اور کوئی جاندار بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر ہوا نہ ہو تو آدمی گھٹ کر مر جائے اسی طرح یہ درخت بھی ہوا کھاتے ہیں۔ ان کی بھی خوراک ہے۔ اور اس خوراک کے کچھ نام ہیں ہم کو یہ تو معلوم ہے کہ ہمارا ایک سانس آتا اور ایک جاتا ہے۔ یعنی ایک سانس میں جو کچھ ہمارے پیٹ میں داخل ہوتا ہے دوسرے میں نکلتا ہے۔ بس یہی کیفیت درختوں کی ہے کہ یہ بھی کچھ ہوا لیتے ہیں اور کچھ دیتے ہیں۔ ہم اپنے سانس کیساتھ اچھی ہوا داخل کرتے ہیں اور بُری ہوا نکال دیتے ہیں۔ اور بُری ہوا جو ہمارے دوسرے سانس سے نکلتی ہے یہ نکل کر درختوں میں جاتی ہے۔ یعنی اُس کو درخت کھاتے ہیں[1] تو شام کے وقت جو ہوا درختوں سے نکلتی ہے وہ زہریلی ہوتی ہے۔ یعنی رات کو درختوں سے خراب ہوا نکلتی ہے جو صحت کیلئے مضر ہے۔ اس لئے رات کو درخت کے نیچے سونا مناسب نہیں اور اسی لئے منع کیا گیا ہے کہ شام کو درختوں کے نیچے نہ جاؤ۔

مغیرہ اچھا پھر ہرے بھرے درخت کے نیچے کیوں زیادہ منع کرتے ہیں؟

اویس۔ اسلئے کہ اُس میں سے اور زیادہ خراب ہوا نکلے گی

مغیرہ۔ ہاں بات تو درست ہے۔

اویس۔ سمجھی بیٹی قمر تمہاری اماں نے اسلئے منع کیا تھا کہ شام کے وقت درخت کے

[1] اور اپنی خراب ہوا وہ اس وقت نکالتے ہیں۔

نیچے نہ جاؤ۔

قمر۔ اچھا ابا جان ایک بات اور بتائیے۔ کھڑے ہو کر پانی پینا گناہ ہے؟

اویس۔ اچھا بتاتا ہوں بیٹی گناہ اور ثواب کو تو تم ابھی طرح نہیں سمجھ سکتیں۔ گناہ اس وقت ہوتا ہے جب آدمی خدا کی نافرمانی کرے۔ کسی کو ستائے یا کوئی ایسا کام کرے۔ جو خدا نے منع کر دیا ہے۔ مگر کھڑے ہو کر پانی پینے سے نہ تو خدا کی نافرمانی ہے نہ کسی کو تکلیف ہے نہ خدا نے منع کیا ہے۔ بلکہ یہ تو ہمارے ہی واسطے مضر ہے۔ میں اس کی تفصیل تم کو کیا بتاؤں۔ مگر خیر تم سن لو۔ بیٹی کھڑے ہو کر پانی پینے سے یہ ڈر رہتا ہے کہ پانی کسی انتڑی یا رگ میں نہ چلا جائے۔ اسی طرح لیٹ کر بھی پانی پینا مناسب نہیں۔ جو جگہ مقرر کی گئی ہے۔ یعنی جہاں خدا نے پانی پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ اگر اسکے سوا کہیں اور پہنچ گیا تو آدمی فوراً مر جائے گا۔ ابھی تم نے سنا ہوگا۔ مگر ہاں تم نے تو نہیں تمہاری اماں نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ حیدر آباد دکن کا ایک لڑکا جو ولایت میں تعلیم پا رہا تھا۔ دوپہر کے وقت پلنگ پر لیٹا سپاری یعنی چکنی ڈلی کھا رہا تھا۔ اتفاق سے اُچھو ہوا اور اُچھو کے ساتھ ہی سپاری کا ٹکڑا حلق سے نیچے۔ یہ ٹکڑا اگر سیدھا معدہ میں چلا جاتا جہاں ہر چیز جاتی ہے تو کچھ ہرج نہ تھا۔ مگر یہ گیا دوسری جگہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکے کی حالت خراب ہوئی۔ امیر آدمی کا بچہ تھا آناً فاناً بڑے بڑے ڈاکٹر جمع ہو گئے ایک انگریزی آلہ جس سے جسم کے اندر کی ہر چیز آئینہ کی طرح صاف دکھائی دی جاتی ہے۔ دیکھا تو سپاری کا ٹکڑا الگ رکھا تھا اور لڑکے کی تکلیف اللہ توبہ اُسی وقت ارادہ کیا کہ کاٹ کر نکال لیں۔ اس کے سوا کوئی ترکیب نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر نے رائے دی کہ یہ اوپریشن یعنی کاٹنا خطرناک ہے۔ بہت ممکن ہے کہ لڑکا ضائع ہو جائے۔ اسلئے جب تک اُسکے ورثا اجازت نہ دیں اوپریشن ٹھیک نہیں اُسی وقت تار کے ذریعہ

اُس کے ماں باپ سے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں آپ اجازت دیں تو اوپریشن کیا جائے۔ باپنے مجبور ہو کر اجازت دی اور اسکے سوا ہو بھی کیا سکتا تھا۔ آنکھ کے سامنے وہ کالے کوسوں کا معاملہ غرض اجازت پہنچتے ہی اوپریشن شروع ہوا۔ جگر نازک اعدا اوپریشن سخت۔ ڈاکٹروں نے اپنی طرف سے کمی نہ کی اور ہر طرح کی احتیاط برتی مگر خدا کے حکم میں ڈاکٹر اور حکیم کیا دخل دے سکتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکا مر گیا۔

قمر اچھا ابا جان ایک بات اور بتایئے۔

دیکھئے اُنہوں نے جو بڑی بی ہیں جھاڑو دینے میں میری گڑ یا کیچڑ میں بھر دی اور جب میں خفا ہونے لگی اور میں نے کہا تو اندھی ہے جو جھاڑو دیکھ کر نہ دی تو کہنے لگیں مجھ بڑھیا کو تو ٹاٹنگ برابر کی چھوکری اندھی کہتی ہے۔ اپنا کچھ قصور ہی ہے میرا کیا کرتی ہے۔ تجھ ہی پر گناہ ہوا میرا کیا گیا۔ یہ جانتی ہیں کہ میں گناہ سے ڈرتی ہوں اسلئے بات بات میں کہتی ہیں تجھے گناہ ہوا تجھے گناہ ہوا۔ اچھا ابا جان قصور اُنکا ہے نہیں کہ میری گڑ یا کیچڑ میں بھر دی؟

اویس۔ نہیں اُنکا کچھ قصور نہیں ہے۔ تم کو بیشک گناہ ہوا۔ اُنکو کیوں بُرا کہتی ہو۔ غلطی تمہاری غفلت تمہاری اور پھر دوسرے پر الزام رکھو۔ تم کو معلوم ہے فرش پر صبح ہی جھاڑو ملتی ہے۔ تم روز دیکھتی ہو کہ شام کو بھی جھاڑو۔ تمہارا کام تھا کہ جھاڑو دینے سے پہلے اپنی چیزیں فرش پر سے اُٹھا لیتیں۔ جب تم نے خود ہی غفلت کی اور پروا نہ کی تو اُسکا کیا تھا۔ وہ تو یوں ہی بیچاری آنکھوں سے کمزور ہیں۔ اندر کے دالان میں جھاڑو (شام کا وقت) اور پھر اندھیرا ہو گیا۔ اُن کو کیا خبر کہ تمہاری گڑ یا رکھی ہوئی ہے۔ اُنہوں نے جھاڑو دیدی۔ تو بیٹی ایک گناہ کیا تم سے کئی گناہ ہوئے بڑی بی کو اندھا بنایا جو بے قصور تھیں اگر قصور ہوتا تو خیر۔ لیکن وہ تو گناہ

نہیں بزرگوں کی شان میں ایسے لفظ زبان سے نکالنا سخت گناہ ہیں۔ وہ تو تمہاری ماں اور باپ دونوں سے بڑی ہیں تم نے اُن کی بزرگی کا بھی لحاظ نہ کیا۔ جاؤ میرے سامنے اُن سے معافی مانگو۔ تمنے گناہ کیا ہے۔

گناہ کا نام سنتے ہی قمر کانپ گئی اور اُسی وقت دوڑی ہوئی بڑی بی کے پاس پہنچی اور کہا اچھی بڑی بی میرا قصور معاف کر دو مجھے گناہ ہو رہا ہے اب نہ کہوں گی۔ بڑھیا یہ سب باتیں باہر سے سُن رہی تھی بچی کو کلیجہ سے لگا لیا اور کہا "الٰہی بچی جیتی رہے عمر دراز ہو"۔

(۳)

منیرہ باوجود اس نخوت کے جو وقت نے اُسکے مزاج میں اور صحبت نے اُس کے خیالات میں بند کر دی تھی جس طرح شوہر کے سامنے اپنی غلطی کا فوراً اعتراف کر لیتی تھی اُسی طرح ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی کے سامنے بھی۔ حتیٰ کہ نوکر اور ماماؤں تک کے مقابلہ میں جب کبھی کوئی معاملہ ہوا ہے اپنی نادانی پر ہمیشہ نادم ہوئی ہے لیکن شمس برخلاف اِسکے زیادہ تر اس لیے کہ ماں کے ساتھ تین چار سال عیسائی اُستانیوں میں قریب قریب روز جاتی رہی جو خودداری کا ایسا سبق پڑھاتیں کہ وہ بعض دفعہ اس سختی سے ماما کو ڈانٹتی کہ ماما مُنہ دیکھکر چپ ہو جاتی۔ بظاہر اُس کی ذمہ داری ہے کہ وہ سنتی تھی اور پروا نہ کرتی تھی۔ لیکن خیال وسیع کیا جائے تو اُس کی ذمہ داری جماعت پر ہے آپ کی لڑکیوں کی تربیت میں والدین ان ہی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہیں جن سے اُن کا مستقبل متعلق ہے۔ کسی لڑکی کو اُس کی غفلت یا رعونت کی وجہ سے کوئی ایسی سزا نہیں ملی جو والدین کو پڑھا دیتی۔ عام طور پر لڑکیوں کی شادی کے وقت اُن کی شکل و صورت دیکھی جاتی ہے۔ اور اگر لڑکی حسین ہے تو اب اور کسی بات کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکی کی شکل صورت سے زیادہ اُس کی عادات و خصائل کا

دیکھنا لازمی سمجھا جاتا تو یقیناً والدین حتی الوسع اس کا لحاظ رکھتے ۔ یہ تسلیم کہ بعض ہونہار
پر بدمزاجی نے بھی گل کھلائے ہیں ۔ مگر حسین صورت نے ایک خاص حد تک اُس کی
تلافی کی ہے لیکن بدمزاجی نے اولاد کا جو ناس کیا ہے اُس کی ذمہ واری مردوں پر
آئے گی ۔

شمس دیکھنے کو کیا واقعی قمر ہی کی ہم عمر تھی مگر اُس کی بعض عادتیں اس قدر ردی اور
افسوسناک تھیں کہ سنکر اور دیکھ کر جی جلتا تھا ۔ اور سخت ضرورت تھی کہ اُس کی تربیت
معقول طریقہ پر ہو ۔ اگرچہ تربیت کا وقت اب بھی نکل چکا تھا ۔ اور وہ وقت جب کوئی
بات اپنا اثر اُس کے دل پر ابدی چھوڑتی ضائع ہو چکا تھا ۔ لیکن پھر بھی تھوڑا یا بہت
کچھ موقع باقی تھا ۔ مگر اُس کا کیا علاج تھا کہ باپ کو خبر نہ ہوتی ماں پرواہ کرتی اور اُس کا
دل اور شیر ہو جاتا ۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ ملائی والی چوکھٹ پر بیٹھی ہے ۔ پتھر کی نیچے
دو سیڑھیاں ہیں شمس نے ملائی لی تھوڑی سی اور مانگی اُس نے انکار کیا غصہ میں دھکا
جو دیا تو ملائی والی نیچے اور چھبا اوپر ۔ بدن لہولہان اور کپڑے لت پت ۔ اس قسم کی
حرکتیں تھیں جن پر توجہ نہ کرتے سے شمس روز بروز ابتر ہوتی گئی ۔ یہ نہ تھا کہ باپ اُس کی
طرف سے غافل تھا ۔ اور اپنا تمام وقت قمر پر صرف کر رہا تھا ۔ اُس کا خیال تھا کہ ماں
اُس کی تربیت میں مصروف ہے ۔ اور وہ سینے پرونے باورچی خانہ کے کاموں میں اس قدر
مصروف رہتی ہے کہ اُسکو زیادہ وقت میرے پاس آنیکا نہیں ملتا ۔

ملیریا بخار کے دنوں میں ایک روز مغیرہ کے چھوٹے بچے کو شدت کا بخار چڑھا
یہ بچہ ہی کو نہیں قریب قریب سارا گھر بخار میں لوتھ تھا ۔ تندرست تھیں تو صرف
بیٹیاں شمس اور قمر یا اویس ۔ اتفاق سے ایک روز اُس کے کوئی دوست
ملنے آئے اور یہ ایسے دوست تھے کہ اُن کی دعوت کرنی پڑی ۔ بیوی سے کہا تو اُسنے
ہر چند عذر کیا مگر نہ ۔ مجبور خود پکانے اُٹھی ۔ مامائیں دو تین تھیں مگر سب بخار زدہ

باورچی خانہ میں بیٹھی زردہ پکا رہی تھی۔ چھوٹا بچہ اور اُس کی انا بھی بیمار تھی شمس سے کہا کہ تو بہلا لے خدا معلوم شمس کیا نیکی کے دم میں تھی کہ بچہ کو لے لیا اور بہلاتی ہوئی کوٹھے پر چلی گئی۔ ماں نے بہتیرا منع کیا کہ اوپر نہ لیجا۔ مگر ایک نہ سُنی اوپر جا کر کچھ دیر اِدھر اُدھر پھرتی رہی۔ اور پھر کیا خبر کیا خیال آیا کہ بچہ کو لٹا دوسری چھت پر چلی گئی بچہ اِدھر پڑا چلا رہا ہے اور وہ دوسری چھت پر بیٹھی ہے۔ ماں سمجھ رہی ہے کہ بہلا رہی ہوگی۔ چھت دور بچہ کی آواز مغیرہ کے کان میں گئی بھی نہیں اور وہ بے فکری سے باورچیخانہ میں مصروف رہی۔ جب شام ہوگئی اور اندھیرا بھی خوب چھا گیا تو اوپر سے نیچے اُتر اپنے بچھونوں میں آلیٹ گئی۔ نو بجے کے قریب ماں فارغ ہوئی اور آکر دیکھا تو شمس بے خبر پڑی سو رہی ہے۔ اور بچے کا پتہ نہیں چاروں طرف دیکھا کہیں نہیں کوٹھے پر گئی تو بچہ بلک بلک کر تھک چکا تھا۔ شمس کو جگایا تو وہ نیند میں بے خبر جھنجھوڑا اُٹھایا پوچھا مگر جواب کیا خاک ملتا۔ لالٹین لیکر اوپر گئی تو دیکھا کہ بچہ پڑا ہوا ہے۔ اُٹھا کر لائی۔ مگر جل بھن رہی تھی کہ اگر شمس جاگتی ہوتی تو شاید کچھ مرمت کر دیتی۔ کیا یہ تربیت کے تحت میں ہوتا یہ تو اپنے غصہ کا بجھانا تھا نہ کہ اُس کی تربیت اس قسم کے واقعات دن رات اس سے ظہور میں آتے۔ جھوٹ جس کے واسطے یہ مسلمہ فیصلہ ہے کہ اگر بچہ نے سیکھ لیا تو برباد ہوگیا اُس کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ کسی کی چیز کا ناس کرنا اور غارت کرنا اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ایک موقع پر تو اُس نے غضب ہی کیا کہ مغیرہ اپنی سگی خالہ کے یہاں گئی۔ اُنہوں نے ایک مکان تعمیر کیا تھا تیار ہوگیا تو بھانجی کو بلایا۔ مغیرہ اپنی دونوں بچیوں کو لیکر پہنچی۔ بہت دیر تک خوش خوش مغیرہ دیکھتی رہی۔ خالہ دکھاتی رہیں۔ دیکھ دکھا چکیں تو باہر صحن میں آکر بیٹھی۔ شمس نے ایک کنکر لیکر نئے مکان چونہ گچی کی دیواروں پر جو لکیریں کھینچنی شروع کیں، تو تمام دیواروں کا ناس کر دیا۔ اسی طرح ایک موقعہ پر پان کی پیک فرش اُٹھا

دری کے نیچے اس طرح تھو کی کہ چاندنی میں سے پھوٹ نکلی۔

المختصر ایک تربیت کے نہ ہونے سے جو جو ممکن عیب تھے سب ہی شمس میں پیدا ہو گئے

البتہ پڑھنے میں وہ قمر سے کم نہ تھی بلکہ اُس سے آگے ہی تھی

(۴)

کہو سلمہ سے مل آئے ؟

اویس ہاں مل آیا!

مغیرہ ۔ تم نے دیکھا کیا اچھی تعلیم و تربیت ہے ؟

اویس ۔ ہاں دیکھا !!

مغیرہ ۔ تو تم بھی انجینرنگ سکول کو پسند کرتے ہو ؟

اویس ۔ تمہارا مطلب کیا ہے ؟

مغیرہ ۔ بچیوں کو وہیں بھیجدو ؟

اویس ۔ مجھے تعجب ہے تم ایسی بات کیونکر کہہ سکتی ہو۔

مغیرہ ۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

اویس ۔ میں تعلیم کا ایسا شیدا نہیں نہ اِس کو اتنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بیاتی لڑکیوں کو آنکھ سے اوجھل کر دو۔ علاوہ ازیں انجینرنگ سکول کی جتنی تعریف سنی تھی ۔کیفیت میں ویسا نہیں پایا !!

مغیرہ وہ کیا ؟

اویس ۔ کیوں مُنہ کھلواتی ہو۔

مغیرہ ۔ کہو کہتے کیں کیا ہرج ہے ۔

اویس ۔ تمہاری خالہ زاد بہن سے بُرا مانوگی ۔

مغیرہ ۔ نہیں۔

اویس ۔ میں نے وہ دیکھا جو خدا کسی شریف آنکھ کو نہ دکھائے ایک سو دس سترہ برس کی جوان اور کواری میرے سامنے بغیر دوپٹہ کے ایک انگریزی کوٹ اور سایہ پہنے کھڑی باتیں کرتے کرتے وہ کولہ پر ہاتھ رکھکر قہقہہ لگاتی ہے ۔ اور اسی سلسلہ میں سینہ کو تان کر ایک قدم پیچھے کو ہٹ جاتی ہے ۔

کیا شریف گھروں کی تہذیب یہی ہے اور اسی کا نام تعلیم ہے ؟ میں تو ایسے مدارس کو جہاں سے مسلمان بچیاں ایسی تعلیم لیکر نکلیں بازاری کوٹھوں کے برابر سمجھتا ہوں ۔

مغیرہ ۔ مجھے تعجب ہے سلمہ بچپن میں تو ایسی نہ تھی !

اویس ۔ ہاں تو پھر صحبت کا اثر ہوا یا نہیں ؟

مغیرہ ۔ مگر ایسا اثر کہ اتنی بے حیائی !

اویس ۔ بے حیائی تم سمجھتی ہو وہ تو نہیں سمجھتی ۔ اُن کے ہاں تو یہ معمولی بات ہے ۔ ایک یہ کیا بہت سی باتیں ایسی ہیں ۔ کسی غیر مرد سے بات کرنا اُنکے یہاں عیب ہی نہیں بھلا تم ہی دیکھو اور بتاؤ جب عورت میں حیا ہی نہیں رہی تو وہ ہے کس کام کی اُس میں اور بازاری عورت میں کیا فرق رہا ۔

مغیرہ اُسنے تمہارے سامنے یہ حرکت کی ؟

اویس آخر مجھے اُس بیچاری پر جھوٹ بولنے سے حاصل کیا ۔ کوئی وہ میری دشمن نہیں کہ بہتان رکھوں ۔ جو آنکھ سے دیکھا وہ کہہ رہا ہوں ۔

مغیرہ ۔ بیشک یہ تو بہت ہی تعجب کی بات ہے ۔

اویس ۔ اور لیجئے میں جسوقت پہنچا ہوں میں نے کنڈی کھٹکھٹائی ماما دروازہ پر آئی دیکھ کر اندر گئی پھر مجھے بلایا میں گیا ہوں تو سب سے پہلے اُسنے مجھ سے بلا تکلف ہاتھ ملایا ۔ اگر سچ پوچھو تو وہ اُستانی تمہاری بہن ہے ۔ مگر عمر کے اعتبار سے میری لڑکی سے کچھ ہی بڑی ہے ۔ اگر ادب وغیرہ نہیں تو کم سے کم سلام علیک تو کرتی یا چھوٹتے ہی

ہاتھ بڑھایا۔ اور کہتی کیا ہے۔ ابا بھائی صاحب ہیں تشریف لائیے۔ اس کے بعد اس کی گفتگو اور بھی لغو تھی۔ شاید ایک فقرے میں چار لفظ انگریزی کے بولتی تھی۔ میں تو جتنی دیر تک بیٹھا جلتا ہی رہا۔

مغیرہ۔ خیر میں کل جاکر ٹھیک بنا دونگی۔

اویس۔ کیا فائدہ!

(۵)

قمر بیٹی مجھے بہت افسوس ہوا کہ کل رات کو تمنے مہمانوں میں اپنی اور ہماری ناک کٹوادی تم اب بچہ نہیں ہو کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی نہ سمجھ سکو۔ بیٹے تو تم کو صرف اس واسطے دسترخوان پر بلایا تھا کہ تمہاری حالت دیکھکر لوگ خوش ہونگے۔ اور تمام عزیز تمہاری تعریف کرینگے۔ تم نے تو الٹا نتیجہ دکھایا مجھے خبر ہوتی تو ہرگز بھی تمکو نہ بلاتا۔ جہانتک تعلیم کا تعلق ہے مجھے یہ کہنے میں مطلق تامل نہیں کہ شمس کا سبق تم سے بہت اچھا تھا۔ اُس نے درزی کی کہانی اور مولانا حالی کی نظم ایسی فرفر سنائی ہے کہ بہت ہی جی خوش ہوا۔ تم کو سبق تو یاد نکلیگا مگر ایسا نہیں کہ تعریف کی جائے۔ اسپر تربیت کا جو تم نے ناس کیا ہے۔ وہ تو شاید ایک ایسا دھبہ ہے کہ مدتوں میرے ماتھے سے نہیں چھوٹ سکتا۔ جس وقت تمہاری نانی صاحبہ کی ڈولی اُتری ہے۔ اور اُنہوں نے تم کو گلے لگا کر پوچھا ہے کہ بیوی کیا پڑھتی ہو۔ تم آگے ہو یا شمس اُس وقت میں نے تمہارے سامنے ہی کہا تھا کہ پڑھنے میں تو دونوں برابر سرابر ہیں مگر اس کی تربیت کی طرف میں خاص طور پر متوجہ ہوں۔ کچھ اس لئے کہ اس کی طبیعت میں صلاحیت ہے۔ اور کچھ اسلئے کہ اس سے زیادہ وقت میرے پاس نہیں ہے۔ میں شمس کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ وہ ابھی تک بچپن ہی کے چکر میں پڑی ہوئی ہے۔ حالانکہ عمر میں اس سے بڑی ہے۔ یہ ماشاءاللہ ہے تو چھوٹی۔ لیکن ایسی شائستہ اور خاموش ہے کہ دیکھکر

جی خوش ہوتا ہے۔ اُس سے آپ ایک بات کیجے مغز کے کیڑے چاٹ جائیگی۔ اور یہ بلا ضرورت بات نہیں کرتی۔ اور جس قسم کی لڑکیاں آجکل مسلمانوں کو چاہئیں مجھے امید ہے کہ اگر یہ زندہ رہی اور میں بھی اس کی طرف اسی طرح توجہ کرتا رہا تو ایسی ہی لڑکی ہوگی" اِس گفتگو کے بعد ضرورت تھی کہ تم اُس کا لحاظ رکھتیں اور ایک بات بھی ایسی نہ کرتیں کہ میرا بیان جھٹلایا جاتا۔ افسوس افسوس تم نے اپنی عزت میری عزت اپنی ماں کی عزت میری گفتگو سب پر پانی پھیر دیا۔ اُنہوں نے تم سے صرف اتنا پوچھا تھا "کیوں بی قمر تم کو سالن اچھا معلوم ہوتا ہے یا دال" اِس کا جواب تم کو کیا دینا چاہئے تھا۔ اور دینا کیا چاہئے تمہارا خیال ہی یہی ہوتا کہ خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے روزانہ اپنی نعمتیں عطا فرماتا رہتا ہے۔ یہ چیزیں جو اس وقت دسترخوان پر میسر آئی ہیں۔ یہ بھی اسکا انعام ہیں۔ بظاہر دال سالن میں فرق ہو مگر اُس کے واسطے کیسی کیسی محنتیں کیجاتی ہیں۔ دال کہنے کو معمولی چیز سہی۔ مگر کیا اُنہیں کے اسباب پر نظر نہیں ہے جو اُس کے فراہم ہونے میں استعمال کئے گئے ہیں۔ کسان نے زمیندار نے بقال نے اِس کے ساتھ جو مشقت کی ہے۔ اور بالآخر اُس کی وہ وقعت جو اُس وقت تھی جب یہ بقال کے پاس موجود تھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں نانی صاحب میری رائے میں تو دال اور سالن دونوں ہی اُس مالک حقیقی کے انعام ہیں۔ وہ مختلف صورتوں میں اپنے بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔ ایک کو ایک پر ترجیح دینی اُس کی ایک نعمت کو بے قدر کرنا ہے۔ جو کچھ اُس نے عطا فرمایا نعمت اور ہم اُس کے شکر گذار ہیں۔ میری کیفیت تو یہ ہے کہ جو چیز میرے سامنے دسترخوان پر آتی ہے اُس کا شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ مجھ جیسی گنہگار کو یہ نعمت عطا فرمائی۔

بیٹی زیادہ سے زیادہ اس کا جواب یہ تھا۔ اگر اس کے آگے وہ تم سے اصرار کرتیں تو تم کو بتا دینا چاہئے تھا کہ تم کس چیز کو زیادہ رغبت سے کھاتی ہو۔ تم نے تو کمال کیا کہ ایک سوال کے جواب میں گھنٹہ بھر تک اُن کا مغز ہی چاٹتی رہی۔ تم کو یہ

پوچھنے کا حق کیا تھا کہ آپ کے ہاں بہاولپور میں ماش کی دال ہوتی ہے یا نہیں۔ بزرگوں
سے جو باتیں کی جائیں اُن میں کوئی بات بلا ضرورت نہ ہونی چاہئے۔ ہونے سے
تم کو کیا فائدہ اور نہ ہونے سے تم کو کیا نقصان۔ اِس سوال کی کوئی ضرورت بظاہر
معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اِس بات کو جانے دو۔ اُن کے آگے صرف ایک کباب طشتری
میں رکھا ہوا تھا تم کو اُن کی طشتری میں سے کباب توڑ کر کھانے کی ضرورت کیا تھی اگر
تمہاری اپنی طشتری میں ہوتا تم شوق سے کھاتیں۔ یا تم سے کہا جاتا کہ تم بھی اس میں
سے کھاؤ تو تو بھی تم کو حق تھا۔ جب تم سے کہا نہیں گیا۔ تو تم اُنکے ہاں سے کھانے
والی کون تھیں۔ ایک بات ہو تو کہوں میں تم کو بیٹھا دیکھتا رہا اور جلتا رہا۔ پان کو ابھی کسی نے
ہاتھ نہیں لگایا دیکھا تک نہیں اور تم نے سب سے پہلے اُٹھا کر کھا لیا۔ اول تو تم کو اُس کی طلب
نہیں اور پھر تمہارا جی بھی چاہتا تھا تو جب سب بڑے کھا لیتے اور بچتا تو تو کھا لیتیں
تم نے ہاتھ دھوئے تو اس بُری طرح کہ اُس کو دیکھ کر جلنا پڑا۔ ایک دوسری بیہودگی
تم نے یہ کی کہ کلی نہ کی اور جو کی وہ کلی نہیں کہی جا سکتی۔ کلی کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ مُنہ
میں پانی لیا اور تھوک دیا۔ مگر تم کرتیں کیا تم کو تو پان کھانے کی جلدی تھی صبر کیونکر ہوتا
کلی کے ہاتھ سے پانی مُنہ میں لیکر اُنگلی سے چاروں طرف دانت اور مسوڑے صاف
کرتیں تاکہ خوراک کے جو ذرے اِدھر اُدھر چمٹ گئے ہیں وہ صاف ہو جائیں نہ کہ محض
غرض اُتارنا تھا۔ آخر نانی بھی تو نانی تھیں تم سے اور مجھ سے عمر میں زیادہ دیکھ لو
چلتے وقت کیا کہہ گئیں۔ کہ میاں اویس کو قمر زیادہ ہو ہم کو تو دونوں آنکھیں ایک ہیں
اسکا مطلب کیا تھا کہ قمر بھی کچھ کم بدتمیز نہیں۔ اور لو۔ چکنے ہاتھ جو اچھی طرح دھلے تک نہیں
تھے تم نے جھٹ سے اُجلے تولیہ سے پونچھ لئے۔ اور سب سے پہلے کہ اوروں کا پونچھنے تک
جی نہ چاہے۔ اگر پہلے ہی ضرورت تھی تو ایک کونہ سے پونچھے ہوتے۔ نہ کہ بیچ میں
کہ سب کی نگہ اُس پر پڑے۔ ہاں یہ تو بتاؤ۔ دو تولیہ تھے ایک بڑا انگریزی اور ایک

گاڑ بکا۔ تم کو گاڑھے کے چھوٹے تولیہ سے ہاتھ پونچھنے مناسب تھے کیونکہ دوسرا بڑا تولیہ مہانوں کے واسطے تھا۔ یا اُس سے ؟ کیا وہ تمہارے واسطے نکالا گیا تھا؟ اب اور کیا کہوں۔ ایک بات بھی تو تم نے ایسی نہ کی کہ جی خوش ہوتا۔ اتنے دنوں کی محنت اور توجہ سب غارت ہو گئی۔ بس اب تم جانو اور تمہارا کام۔ میں اب نہ تم کو کچھ پڑھاؤں گا نہ بتاؤں گا۔

اویس نے یہ جو کچھ کہا یہ قطعاً صحیح نہ ہو مگر کچھ نہ کچھ صلبت اس کی ضرور تھی اور یہ مبالغہ ضرور تھا کہ قمر کے ذہن نشین اچھی طرح ہو جائے کہ یہ حرکت جو اُس سے سرزد ہوئی کیا نتیجہ رکھتی تھی۔ اِسکے مزاج میں خوف مروت شرم حیا کا مادہ موجود تھا۔ باپ کی یہ گفتگو خفگی یا قیاس ایسا نہ تھی کہ اس کان سنتی اور اس کان اُڑا دیتی۔ سہم گئی اور زار زار رونے لگی جسوقت اُسنے یہ کہا کہ اب نہ کچھ پڑھاؤنگا نہ بتاؤنگا تو اُس کی حالت عجیب تھی اُسے سُن ضبط نہ ہو سکا۔ اور باپ کے قریب آکر کہنے لگی" ابا جان اب سے ایسا نہ کروں گی معاف کر دیجئے"۔ ماں بھی سامنے بیٹھی تھی اور وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ قمر ان غلطیوں کی سو بسو مرتکب نہیں ہوئی۔ اِس میں ضرور کچھ مبالغہ کیا گیا ہے۔ مگر اُس نے اِس لیئے کہ یہ اُس کے فائدہ سے متعلق تھا۔ خاموش بیٹھی رہی۔ قمر نے باپ سے معافی مانگی تو ماں کے چہرہ پر مسکراہٹ آئی۔ مگر اُسنے مُنہ پھیر لیا۔ اُس نے لڑکی کو پاس بلایا اور کہا" اچھا میں اب معاف کر دیتا ہوں مگر دیکھو آئندہ ایسا کرو گی تو پھر میں تم سے بات نہ کروں گا۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ دوسروں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ جانا آسان ہے مگر کھانے میں کسی قسم کی بدتمیزی نہ کرنا مشکل ہے۔ اگر زیادہ غور سے دیکھا جائے تو بڑے بڑوں سے لغزش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کی تربیت میں احتیاط نہیں کی گئی۔ نوالہ کو چپڑ چپڑ کر کے یا پانی کو سٹر سٹر کر کے اس طرح پینا کہ برابر والوں کو ناگوار ہو بہت بڑی بدتمیزی ہے۔ مگر بہت سے

آدمی ہیں کہ اس کی مطلق احتیاط نہیں کرتے ۔ اور انکے کھانے پینے کی آواز سے برابر والوں کو تکلیف ہوتی ہے ۔ گو وہ زبان سے کچھ نہ کہیں خواہ مروت کی وجہ سے یا خوف کی وجہ سے ۔ لیکن بدتمیزی کا جو فعل اُن سے سرزد ہوتا ہے وہ تو بدتمیزی ہی ہے اسی طرح کسی دوسرے کے آگے سے کوئی چیز اُٹھاکر کھا لینا بھی ایک قسم کی سخت بدتمیزی ہے ۔ جس میں اکثر گرفتار ہیں ۔

ایک خاص بات جس پر میں اس وقت تم کو متوجہ کرتا ہوں اور ہے ۔ کھانے کا موقع اگر کسی بے تکلف شخص کے ہاں بھی ہو تو ضرور مہمان کا یہ ضروری کام ہے کہ وہ میزبان کو یہ نہ معلوم ہونے دے کہ مہمان نے کونسی چیز زیادہ رغبت سے کھائی یہ ظاہر ہے کہ اس کا پتہ اُس وقت چلیگا جب مہمان ایک چیز پر اندھا ہو کر گریگا اور دوسری چیزوں کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھ سکا ۔ جس کے معنے یہ ہوں گے کہ شاید مہمان نے آنکھ کھولکر کبھی چیز دیکھی ہی نہیں ۔ مناسب یہ ہے کہ دسترخوان پر جسقدر چیزیں کھانے کے واسطے آئیں اُن سب کو حصے کے موافق کھانا چاہیئے ۔ اور یہ نہ کرنا چاہیئے کہ بریانی ساری اُڑا گئے گھر میں برتن گئے یا دسترخوان سے اُٹھے تو بریانی کی رکابیاں صفاچٹ اور دال کی طشتری جوں کی توں ۔

قمر بیٹی یہ ایسی باتیں ہیں جو روزمرہ آدمی کو پیش آتی رہتی ہیں ۔ اور ہر عورت اور لڑکی کا فرض ہے کہ ان باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ کرے ۔ لو جاؤ اب تم بچھونوں پر لیٹو ۔ ہاں تم نے نماز پڑھ لی ہے ؟

قمر ۔ جی ہاں ۔

اویس ۔ اب کیا کرو گی ؟

قمر ۔ بچھونوں پر پہنچ کر پہلے اپنے تمام کاموں پر غور کروں گی کہ آج صبح سے سوقت تک کیا کیا کام کیئے ۔ اس کے بعد یہ دیکھوں گی کہ اُن میں سے کسقدر میری اپنی ذات

سے متعلق تھے ۔ اور کسقدر دوسروں کی اور کسقدر خدا کی ۔ جب ان تمام کاموں پر نظر ڈال لوں گی اور تخمینہ کر لوں گی ۔ اِسکے بعد خداوند کریم کا شکر یہ ادا کروں گی کہ اُس نے آج کا دن بہ خیر و خوبی بسر کروا دیا ۔ اور میرے ہاتھ پاؤں اس قابل تھے کہ میں یہ کام انجام دیتی ۔ سب سے آخر میں اُس کی بارگاہ میں دعا کروں گی کہ وہ اسی طرح ہم پر ہمارے گھر پر اور سب مسلمانوں پر اپنا فضل و کرم رکھے ۔

اویس ۔ شاباش ۔ تم صبح کس وقت اُٹھتی ہو؟

قمر ۔ چونکہ سب دیر سے اُٹھتے ہیں اور میں نماز فجر کے واسطے وقت پر اُٹھا چاہتی ہوں اسلیے جس طرح آپنے بتا دیا ہے ۔ اپنا ٹائم پیس کوک دیتی ہوں پانچ بجے "الارم" بجنا شروع ہو جاتا ہے ۔ چونکہ میرے سرہانے ہوتا ہے فوراً اُٹھ بیٹھتی ہوں ۔ اس وقت چڑیاں بولتی ہوتی ہیں ۔ میں جلدی سے اُٹھ کر دیا سلائی چولھے میں دکھا دیتی ہوں ۔ پانی کی گھڑیا رات ہی کو بھر کر رکھوا دیتی ہوں جلدی سے پانی گرم ہو جاتا ہے وضو کرتی ہوں ۔ اور نماز کو کھڑی ہو جاتی ہوں ۔

اویس تمہاری اماں کس وقت اُٹھتی ہیں؟

قمر ۔ اماں جان تو جب آپ ہوا خوری سے واپس آ جاتے ہیں اُسکے بعد اُٹھتی ہیں ۔

اویس ۔ اور شمس ؟

قمر ۔ وہ اُن کے بعد اُٹھتی ہیں ۔

(۶)

دونوں لڑکیوں کی تعلیم پر شریف گھرانوں میں جسقدر توجہ ہوتی اُتنی سفیر کے ہاں بھی ہو رہی تھی ۔ اُستانی بھی تھی مقلانی بھی اور دونوں اپنی طرف سے پڑھانے اور بتانے میں کسر نہ رکھتی تھیں ۔ مگر قمر کی طرف چونکہ باپ کی خاص نظر تھی اور وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ بغیر تربیت کے تعلیم بے سود ہے ۔ اِس لیے اُس کی اُفتاد لاریب قابل

داد تھی۔ مگر افسوس شمس باوجود سبق میں آگے اور علم میں زیادہ ہوتے کے فقط اس سبب سے کہ ماں اُس کی تربیت پر متوجہ تھی ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی۔ اور اگر سچ پوچھو تو نکل چکی تھی اور اب ٹھنڈے لوہے پیٹے سے درست ہونے والے نہ تھے۔ دو چار دفعہ نہیں بارہا اُس کی بدعنوانیاں اُس وقت کی جب وہ چھوٹی نہیں بلکہ خوب سیانی ہوگئی تھی۔ اُس کے علم میں تھیں۔ بلکہ ایک دفعہ تو مس ہاربرٹ کی چٹھی اُس نے اپنی آنکھ سے دیکھی جس میں شکایت تھی اور لکھا تھا کہ تم اپنی بچی شمس کی تربیت پر خاص توجہ کرو لیکن اس علم پر بھی وہ مجبور تھا۔ یہ نہیں کہ اُس کی ماں کے انتظام میں کوئی دخیل نہ ہو۔ بلکہ اس لئے کہ اب اُس کی عمر نہیں تھی گیارہواں سال پورا ہو کر بارھواں شروع ہو چکا تھا اور یہ وقت کھینچ تان کر زیادہ سے زیادہ اس قابل تھا۔ کہ زبان سے جو کچھ کہہ سکتا تھا کہہ لیا۔ مار پیٹ کے دن نہ تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگر بچے درست ہو سکتے ہیں تو مار کے خوف سے نہ مارے۔ اگر بچہ کو یقین دلایا جائے کہ اس غلطی کے ارتکاب پر وہ پٹے گا تو ضرور ہے کہ مار کا خوف اُس کو اس غلطی کے کرنے سے روک دے۔ لیکن جب وہ پٹ گیا۔ اور مار کا مزا چکھ لیا تو دونوں چیزیں اُس کے سامنے ہیں۔ مار کی تکلیف اور غلطی کا مزہ۔ ان دونوں کو وزن کرنے کے بعد اگر غلطی کا وزن زیادہ ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ غلطی دوبارہ کر بیٹھے۔ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ بچے پٹنے سے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ کھلائے سونے کا نوالہ دیکھے شیر کی نظر۔ اگر بچے غصہ سے ڈرتے ہیں۔ اور مار کا خوف اُن کے دل میں بیٹھا ہوا ہے تو کسی غلطی کا ارتکاب نہ کرینگے۔ یہی وجہ تھی کہ اویس شمس کی سخت سے سخت غلطیوں پر بھی جو اُس کے کان میں آتی تھیں ایک سزا دینے سے پرہیز کر رہا تھا۔ مگر جب ایک روز ادھر تو اُس نے مس ہاربرٹ کا خط دیکھا اور اُدھر اُس نے یہ غضب کیا کہ اویس کی ڈاک میں مغیرہ کا خط جو اُس کی چچی نے بھیجا تھا آیا اور اُسنے فوراً ہی بند

کا بند گھر میں بھیجدیا۔ مغیرہ کسی کام میں مصروف تھی۔ اور شمس باہر بیٹھی ہوئی ماں سے ضد کر رہی تھی کہ مجھ کو گھی اور آٹا دیدو حلوا تیار کروں گی۔ ماما نے لاکر خط دیا شمس باہر بیٹھی ہوئی تھی خط لیا اور کہنے لگی "او ہو چچی جان کا ہے"۔ چچی کا نام سنکر ماں کہنے لگی "لاؤ دیکھوں"۔ مگر اس نے نہ دیا۔ ماں کی طلب جسقدر زیادہ تھی اُسی قدر اُس کا انکار ترقی کر رہا تھا۔ یہانتک کہ ماں خود اُٹھی کہ خط لے اُسکے ساتھ ہی وہ بھی اُٹھی کہ نہ دے ایک طرف وہ کھڑی تھی اور دوسری طرف وہ خط مانگ رہی تھی۔ اور یہ گھی آٹا۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو ماں نے قسم کھالی کہ چاہے کچھ ہو اس وقت گھی اور آٹا نہ دونگی۔ ماں کے قسم کھانے سے اُسنے بھی قسم کھالی کہ نہ دوگی تو خدا کی قسم خط بھی نہ دوں گی۔ اب تو مغیرہ چکرائی اور باہر نکلی کہ ہاتھ پکڑ کر چھین لے۔ لیکن جب تک وہ پہنچی شمس نے خط چیر چیر کر دیا۔ ایک عجیب اتفاق ہوا اُدھر اس نے خط پھاڑا اِدھر مغیرہ نے یہ چیخ کر کہا "ارے بے ایمان کیا غضب کیا" اور اس کے ساتھ ہی اویس گھر میں گھسا۔ میاں کی صورت دیکھتے ہی مغیرہ آپے سے باہر ہوگئی اور کہنے لگی "دیکھو کمبخت نے خط پڑھنے بھی تو نہ دیا نہ معلوم کیا لکھا تھا اور پرزے پرزے کر دیا کہ یا تو گھی آٹا دو نہیں تو پھاڑتی ہوں"۔ اوّل تو شمس کا یہ فعل معمولی نالائقی نہ تھی دوسرے مغیرہ کی پریشانی تیسرے اتنا غصہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اویس شمس کا ہاتھ پکڑ سامنے کے کمرہ میں لے گیا۔ آپے سے باہر تھا ہاتھ میں بید تھی۔ خدا جانے سو ماریں یا دو سو پچاس یا ساٹھ۔ مگر یہ تو سب نے دیکھا کہ تین روز تک بدن پر نیل پڑے ہوئے تھے۔ جب ہاتھ تھک گئے اور وہ بھی نڈھال ہوکر گر پڑی تو باہر آیا اور بیوی سے بات نہ کی۔ اُلٹے قدموں باہر چلا گیا۔

جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ مار سے اولاد درست ہو جاتی ہے۔ یا جن کو مارنے کی عادت ہے۔ اُس کا خیال اور عادت اس واقعہ سے تبدیل ہو جانا چاہئے

کہ بے حیا شمس بجائے اس کے کہ آئندہ کو توبہ کر لیتی اور سوچتی کہ نہ معلوم کیسی ضروری
بات اس میں لکھی ہے اور اس پر نہ معلوم ہونے سے کتنے آدمیوں کو تکلیف پہنچے گی
اور کس کس کا نقصان ہوگا۔ اور ڈھیٹ بن گئی۔ یوں بچپن میں ایک آدھ تھپڑ
ماں نے کبھی مار لیا ہو تو مار لیا۔ مار جس چیز کا نام ہے وہ تو عمر بھر میں پہلی دفعہ آج
ہی پڑی تھی۔ اور باپ کے ساتھ ماں کو بھی گو وہ کڑھ بھی رہی تھی یہ یقین ہو گیا کہ اب
کبھی ایسی خطا اس سے نہ ہوگی۔ مگر تیسرے دن دھویا دھایا دیدہ صاف تھا
اور مار ایسی تھی کہ چکنا گھڑا بوند پڑی اور پھسل گئی۔ مشکل سے دو یا تین روز تو اس کے
دل پر یہ اثر رہا۔ اور اس کے بعد تو حالانکہ جسم پر نشان موجود تھے اسے یاد بھی نہ تھا کہ
کب پٹی اور کیوں پٹی۔ شاید نواں یا آٹھواں روز ہوگا کہ بڑے لیمپ کی چمنی ......
اور یہ وہ چمنی تھی جو اویس کو بہت پسند تھی۔ اویس کی نظر پڑی تو وہ افسوس کرنے
لگا۔ اور بیوی سے پوچھا یہ کس کی غفلت سے ٹوٹی۔ لیمپ تو باہر سے جل کر آتا ہے۔
تم اتنا نہیں دیکھ لیتیں کہ لو زیادہ تو نہیں ہے۔

شمس کی نالائق طبیعت کا ایک یہ بھی خاصہ تھا کہ وہ قمر کو دیکھ دیکھ کر جلتی جاتی
تھی۔ اور جس روز سے پٹی تھی اس کو سب سے زیادہ فکر یہی تھا کہ میں پٹی اور یہ بچی
کوئی تدبیر ایسی ہو کہ یہ اگر مجھ سے زیادہ یا میرے جتنی نہیں تو کچھ تو پٹے۔ اس وقت
حالانکہ اویس نے بیوی سے پوچھا بھی تو خود بول اٹھی نہ باہر سے تو ٹھیک آئی تھی
قمر نے بڑھا دی۔ میں نے منع بھی کیا چمنی چٹخ جائیگی مگر اسنے نہ سنا" یہ صریح
جھوٹ تھا۔ اور قمر بھی بیٹھی ہوئی سن رہی تھی ارادہ کیا کہ جواب دے۔ مگر ساتھ
ہی خیال آیا کہ شمس بڑی ہے خود ہی ابا جان فیصلہ کر لینگے کہ سچ کہتی ہیں یا جھوٹ مجھ کو
اس وقت تک بولنا نہ چاہئے جب تک مجھ سے نہ پوچھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا
کہ وہ خاموش بیٹھی سنتی رہی۔ اویس سمجھ تو گیا مگر قمر سے کہنے لگا "بیٹی تم

نے تو کمال کیا کہ جان بوجھ کر چمنی توڑ دی اور چپکی بیٹھی سُن رہی ہو۔ جواب نہیں دیتی کہ آخر اس بیچاری نے کیا قصور کیا تھا جس کی سزا ملی۔ بجائے اس کے کہ تمہیں والدین کے گھر کی زینت ترقی کرے۔ اور تنزل ہوا۔ واہ بہی واہ۔

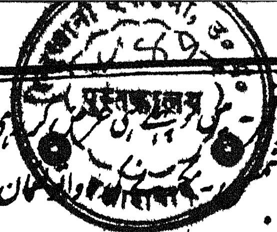
قمر۔ میں اباجان کو جھٹلاتی تو نہیں کہ یہ غلط کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ بڑی ہیں۔ ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔ مگر مجھکو یاد نہیں کہ میں نے ہی زیادہ کی تھی اور جواب نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اماں سے دریافت کر رہے ہیں۔ میں دخل درمعقول کرنے والی کون! اب آپنے مجھ سے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کر دیا۔

شمس۔ جس روز نہار رو رہا تھا۔ اور اماں جان سر گند صوار ہی تھیں۔ اُس روز کا ذکر ہے بھول کیوں گئیں۔ اتنی موٹی بات یاد نہیں واہ واہ۔

قمر۔ میں عرض تو کرتی ہوں مجھکو یاد نہیں۔ آپ کو یاد ہے تو درست ہی ہوگا۔ لیکن میں تو ان باتوں کی بہت احتیاط کرتی ہوں۔ حد یہ ہے کہ اباجان کی چھوٹی مسہری پرسوں باہر رہ گئی۔ مگر میں اُس کو خود اُٹھا کر اندر لے گئی کہ کہیں رات کو بارش نہ ہو جائے اویس۔ خیر جانے دو مگر مجھے ہوا افسوس کہ چمنی ٹوٹ گئی۔ اور اب ایسی چمنیاں بہت کم آتی ہیں۔

اویس کھانا کھا کر باہر چلا گیا۔ تو ماں نے شمس سے کہا کیوں ری چھوٹی تو اُس روز اس قدر بڑی مگر اب تک تیری یہ عادتیں نہیں گئیں۔ کہاں لیمپ اور کہاں بیچاری قمر۔ اُس نے کس دن بتی بڑھائی تھی۔ کیا تیرا یہ مطلب تھا کہ تیری طرح یہ بھی پٹتی اول تو اُس نے بڑھائی نہیں۔ اور اگر بڑھائی بھی تھی تو یہ کیا قصور بھی ایسا تھا کہ اُس کی کھال اُڑا دیتے۔

شمس۔ تم تو اُس کی طرف بولو ہی گی سبھے مجھے کیا اس سے دشمنی ہے جو اُس پر الزام اُٹھاونگی۔ خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔



[illegible] ہی ہوں کہ ممکن ہے ایسا ہؤا ہو۔ مگر مجھے یاد نہیں
[illegible] کے پاس بھی نہیں۔

مغیرہ ۔ بس چپ ہو جا۔

(۷)

میں حیرت میں ہوں کہ دفعتًا تمہاری حالت میں یہ انقلاب عظیم کیونکر واقع ہوگیا۔ کہ تم نے اپنی معاشرت بالکل تبدیل کر دی۔ صبح کی چار تمہارا معمول تھا اور ایک چا ہی پر کیا منحصر ہے۔ ولایت کا اثر تمہاری رگ رگ سے ٹپک رہا تھا۔ تم نے ہمیشہ چھری کانٹے سے کھانا کھایا۔ میز کرسی پر بیٹھے۔ لیکن اب میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے خیالات کہیں سے کہیں پہنچ رہے ہیں۔ چار تم نے چھوڑ دی میز کرسی کو تم نے غارت کیا۔ دھوتر اور گاڑھا پہن رہے ہو۔ اور چاہتے یہ ہو کہ بیوی بچے بھی اس رنگ میں رنگ جائیں۔ یہ طوفان جو بلائے بے درماں کی طرح اٹھ رہا ہے اس نے تم کو بھی لپیٹ لیا۔

اویس ۔ تم جو کچھ کہتی ہو نہایت درست ہے۔ لیکن اگر ایک شخص عمر بھر غلطی میں مبتلا رہا ہو۔ اور آخر وقت اس کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی تو کیا تمہاری رائے میں اس کو اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرنا چاہیے؟

مغیرہ ۔ نہیں میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے۔ مگر یہ تو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ وہ کر رہا تھا غلطی تھی۔ جسکو تم غلطی سمجھ رہے ہو بہت ممکن ہے وہ صحت ہو۔ اور جسکو صحت سمجھتے ہو وہ غلطی ہو۔

اویس ۔ اسکا فیصلہ کس طرح ہو؟

مغیرہ ۔ میں اور تم دونوں گفتگو کریں۔

اویس ۔ تم اسکے لئے تیار ہو؟

مغیرہ ۔ طیار کیا ہوں میں بھری بیٹھی ہوں۔

اویس ۔کہو کیا کہتی ہو؟

مغیرہ ۔ تم ہی بسم اللہ کرو۔

اویس ۔ میں تو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔

مغیرہ ۔اُس کو جانے دو اور اب کہو۔

اویس ۔میں نے اب تک جو کیا تھا غلطی تھی۔

مغیرہ ۔وجہ؟

اویس ۔جس چیز نے مجھ کو اِس خاص حالت پر مائل کیا وہ ایک دن کا واقعہ ہے ۔جس کی کیفیت یہ ہے۔

میں ایک روز صبح کے وقت ہوا خوری سے واپس آرہا تھا چرچ مشن کے قریب ایکسٹرا ہسپتال کے قریب میں نے ایک بخار زدہ عورت کو دیکھا جس کی گود میں ایک تین برس کے قریب کی عمر کا بچہ تھا۔ یہ بچہ جس کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھ جانے کی وجہ سے پیپ پڑ گئی تھی۔ نہایت کرب میں مبتلا تھا۔ اور اپنی بیمار ماں کو جو کبھی بیٹھتی تھی کبھی لیٹتی تھی بہت ہی پریشان کر رہا تھا۔ اُس عورت نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اُس کو ایک پیسہ دیدیا۔ اُس نے کہا" میں فقیر نہیں ہوں مجھ کو دو آنہ کی ضرورت ہے۔ اگر دیتے ہو تو دو آنہ دیدو میرے پاس اس وقت نہیں ہیں ورنہ نہ مانگتی" اُس کے اِس کڑک کر جواب دینے سے مجھے تعجب ہوا اور میں نے قریب جا کر پوچھا۔ کہ" فقیر نہیں ہے تو مانگتی کیوں ہے"؟۔ اُس نے کہا میں فقیر تو نہیں ہوں جو دوسروں کی جیبوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں ۔البتہ مفلس ضرور ہوں ۔ میں گو بیوہ ہوں اور اُس کمائی سے محروم جس سے عورت دنیا میں عیش کرتی ہے ۔لیکن ایک ایسے بچہ کی ماں ہوں جو ایک روپیہ روز کا

مزدور ہے اور اتنا سعادت مند کہ اپنی ساری مزدوری صاحب اولاد ہونے کے باوجود میرے ہاتھ میں لاکر دیدیتا ہے۔ اور ہم سب یعنی میں اور میرا یہ بچہ وہ اس کی بیوی اور بچے اس میں اچھی طرح اپنا گذارہ کر لیتے ہیں۔ آج صبح کو میں نے ارادہ کیا کہ اس بچہ کو جو تین روز سے بخار میں بیہوش ہے حکیم کو دکھاؤں۔ حکیم صاحب نے کہا "اس کو کسی جراح کے پاس لیجا۔ وہ چیرا لگادیگا۔ میں نے پوچھا جرّاح کہاں ہے۔ کہا شفاخانہ جا۔ میاں یہاں سے خدا جھوٹ نہ بلائے تو دو کوس پر میرا گھر ہے۔ بچہ کو گود میں لے گرتی پڑتی یہاں پہنچی۔ بخار دیکھ لو مجھے بھی چڑھا ہوا ہے۔ ایکہ والا چار آنہ مانگتا تھا۔ میرے پاس کل تین پیسے تھے۔ ایک روپیہ روز میں ہوتا کیا ہے۔ آٹھ دم کھانے والے آٹھ آنہ کا تو آٹا ہی ایک وقت کا ہو گیا۔ یہاں پہنچی تو میم صاحب نے کہا جاؤ دوسرے کمرہ میں چیرہ لگواؤ۔ وہاں ایک کولن سی بیٹھی تھی کہنے لگی۔ دو آنہ لاؤ۔ میں نے کہا یہ تین پیسے موجود ہیں کہنے لگی نکل جاؤ۔ چلی آئی۔ اب جانا ہیں جانا پانچ پیسے بڑی بات نہیں۔ اللہ رکھے میرے بچے کو مگر دو کوس کا آنا جانا مصیبت ہے۔ پھر جاؤں اور پھر آؤں۔ ہاں میں بھول گئی۔ میں نے تم سے وہ کیوں مانگے فقط پانچ پیسے اور چاہئیں۔

بیگم تم سے سچ کہتا ہوں اس کی گفتگو سنکر میرا دل لرز گیا۔ میں نے اس کو پیسے دیئے اور میں کھڑا رہا۔ وہ گئی اور چیرا دلوا کر چلی آئی۔ میں نے اتنے میں اس کیلئے ٹانگہ کر رکھا تھا۔ بہتیرا ہی اس سے کہا کہ بیٹھ جا مگر وہ نہ بیٹھی اور کہنے لگی "یہ پیسے قرض لئے ہیں گھر کا پتہ بتا دو پہنچا دوں گی" مختصر یہ کہ عجیب آن بان کی عورت تھی۔ ٹانگہ والے نے سمجھایا میں نے کہا۔ رستہ چلتوں نے کہا۔ مگر وہی جو ایک دفعہ "نا" نکل گئی تھی پھر "ہاں" نہ کی۔ اور میں اپنا سا منہ لیکر چلا تو رو کا اور کہنے لگی

میاں کہاں رہتے ہو۔ مجھ کو بھی غصہ آگیا میں نے پتہ بتایا اور کہا اتنی ناک تھی تو لے
ہی کیوں تھے۔ کہنے لگی میاں خفا نہ ہو ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ میں دل ہی دل میں اسکو
برا بھلا کہتا گھر آیا۔ تم کو تعجب ہوگا۔ دوسرے دن دیکھتا ہوں تو پیسے لے کھڑی
ہے۔ میں نے ہر چند منع کیا مگر وہ کیا ماننے والی تھی۔ مجھ کو اس کی ہمت پر تعجب ہوا
اور میں نے اس کی نیت پر مرحبا کہی۔ بیساختہ میرے دل نے صدا دی کہ ہم جیسے
امیروں سے جو چند روپوں پر ایمان ور مذہب سب بیچنے کو تیار ہیں یہ فقیرنی
بہت بہتر ہے کہ افلاس میں بھی اپنے اصول پر قائم ہے۔ میں اس کی خاطر اس سے
زیادہ اور کیا کرتا کہ اس کی بہت کچھ تعریف کی۔ مگر اس کو تعریف کی پروا نہ تھی۔
ہنستی ہوئی چلی گئی۔ میں نے پوچھا بچہ کس طرح ہے کہنے لگی اللہ کا شکر ہے وہ بھی
اچھا ہے اور میں بھی اچھی ہوں۔

اس واقعہ کو کئی روز گذر گئے مگر اس کی یاد میرے دل میں ہر وقت تازہ تھی
اور میں سوچا کرتا تھا کہ اگر ہندوستان میں اس قدر گرانی نہ ہوتی تو اجرت اور مزدوری
اس قدر کافی تھی کہ یہاں کوئی بھی غریب نہ ہوتا۔ کہ میں تمہارے واسطے ایک بزاز
کی دکان پر ململ لینے گیا۔ جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں ایک بڑے میاں آئے۔ بزاز
نے ان کی بہت خاطر و مدارات کی۔ اور کہنے لگا آپ تو عید کا چاند ہوگئے کہ ہم
بچوں کو کبھی دکھائی ہی نہیں دیتے۔ بڑے میاں ہنسے اور کہا لالہ کیا بتاؤں
زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں جینے کا مزا تو رہا نہیں۔ یوں کہو پاپڑ بیلتے ہیں
بڑے لالہ زندہ تھے تو جمعہ کے جمعہ دو گھنٹے اکھاڑہ میں بیٹھک ہو جاتی تھی۔ ایسے ایسے
مزے لوٹے ہیں کہ نیت سیر پڑی ہے اب گھر سے نکلنے کو ہی جی نہیں چاہتا۔ روٹیوں
ہی کے لالے پڑ گئے۔ ایک دفعہ کارخانہ وار کے یہاں کوئی آدمی برہما سے آئے
تھے۔ انہوں نے کہا تھا وہاں آٹا چھ سیر کا ہے تو میں چونک پڑا تھا کہ ہائیں آٹا

روپیہ کا چھ سیر تو صاحب یہ خبر نہ تھی کہ ہم کو پانچ سیر بھی نصیب نہ ہوگا۔ ایسا وقت
خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ زندگی مصیبت ہوگئی ہے۔ غضب خدا کا او جنکو کوئی
ٹکے سیر بھی نہ پوچھتا تھا پانچ آنہ اور چھ آنہ۔ سو دھوبیوں کا وہ زور ہولے ہے کہ خدا
یاد آتا ہے۔ اور ایک دھوبیوں کا کیا جس کو دیکھو رستم بنا ہوا ہے۔ نائی کو
گھر پر بلاؤ تو چار آنہ مانگتا ہے۔ بھنگن ہے وہ افلاطون خاں کی جنی بنی ہوئی ہے
پہلے ساہوکار تو جو کریں وہ کم صبح سے شام تک پاولی دھیلی کماتے تھے۔ سر آتی
تھی پاؤں جاتی تھی۔ اچھے سے اچھا کھانا اور بہتر سے بہتر پہننا۔ نہ کسی کا لینا
نہ دینا۔ اب روپیہ سوا روپیہ کی مزدوری کرو نہ اپنا پیٹ بھرتا ہے نہ بال بچوں کا
اب فرمائیے چوری کریں ڈاکہ ڈالیں جیب کتریں کیا کریں۔ خدا کی قدرت ہے روپیہ
کا آٹا کپڑے میں بھر کر لے آؤ۔ پوٹلی میں رکھ لو یہ روپیہ کا آٹا ہوگیا۔ یہ وقت بھلا
زندہ رہنے کا ہے۔ یوں تو خدا جو کچھ دکھائے دیکھنا ہی پڑیگا۔ مگر سچ پوچھو تو
تو اس سے ذلیل دن بھی کسی نے نہ دیکھے ہونگے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے شہر
آبادی کے جو رنگ دیکھے ہیں۔ اب دل انکو تڑپتا ہے۔ اور کلیجہ لوٹتا ہے۔ کیا
خبر تھی کہ ہم کو اس وقت بھی زندہ رہنا پڑیگا۔ اور یہ سوانگ بھی دیکھینگے۔ میں
کوئی بارہ تیرہ برس کا ہونگا خاصے ہوش کی بات ہے رحمٰن کے کوچہ میں میرا
گھر تھا۔ اور پرانے نکڑ پر جہاں اب میر احمد کی دکان ہے بھٹیارہ رہتا تھا۔ کلو اسکا
نام تھا۔ برابر میں نانبائی بیٹھتا تھا۔ ہم صبح ہی کام پر جاتے تھے۔ ادھر جاکر
باڑ باواڑ لگائی۔ ادھر لڑکے کو دو پیسے دیئے کہ بھئی جاکر پراٹھا پکوالا۔ کوئی تیس
چالیس کاریگر تھے۔ دو دو پیسے سب کے ملائے جاتے تھے۔ روپیہ سوا روپیہ کے
ٹکے ہوگئے مصالحہ کے ڈیڑھ گھنٹہ لگتا ہوگا۔ لہذا گرم پراٹھے اور شوروا لے آتا تھا۔ اب
اس کا حساب سنو تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک پیسہ کا آٹا ڈھائی پاؤ۔ سوچو تو سہی

دھیلے کا گھی چھٹانک بھر۔ دمڑی کا شوروا۔ ادھی پکوائی۔ ادھی کا پان۔ اب مجال نہیں کہ ایک پراٹھا آدمی پورا کھالے جو بچ گیا وہ محلہ کے غریب غربا کو سقہ بھنگی کو۔ پیٹ بھرا کام پر بیٹھے تو دو بجے ذرا بھوک لگی۔ پیسے کا چبن آگیا دمڑی کے کچالو منولیے آج چار پیسے کے بھی اتنے نہیں آئیں گے۔ انار پیسے کے آٹھ آٹھ۔ امرود پیسے کے دو سیر۔ باغی بیر جو آج پانچ چھ آنہ سیر آتے ہیں ہم نے سدا پیسہ سیر کھائے۔ وہ دن تھے کہ جینے کا مزہ تھا۔ شام کو مزدوری لی رستہ میں پیسہ کی ریوڑیاں بچوں کیلئے لیں۔ کبھی پیسہ کی گنڈیریاں پیسہ کے سنگھاڑے غرض سیر دو سیر ڈولے لیا۔ لڑکے بالے دروازہ میں کھڑے راہ دیکھ رہے ہیں۔ صورت دیکھتے ہی نہال نہال ہو گئے۔ لپٹ گئے گود پھیلادی لیجئے صاحب اُن کا سودا دیدیا خوش ہو گئے۔ آج بال بچوں کو لیکر دیں تو کیا! تم ہندو ہو سچ مانا انچاٹوں کا کہ آگے کہتا ہوں پیسہ کے سیر بھر تک آم ایسے کھائے ہیں کہ آدمی انگلیاں تک چاٹتا رہے۔ پرسوں اترسوں کا ذکر ہے تو اس نے پٹیالہ سے آم منگوائے تھے۔ اُس کا میاں چھاپہ خانہ میں داروغہ ہے۔ روپیہ کے چار لنگڑے اور اُس کا باپ ہی جاکر لایا۔ میرے تو سنکر آگ لگ گئی کہ حکیم نے تھوڑی بتائے ہیں۔ غضب خدا کا آم روپیہ کے چار۔ یہ ہمارے عمل کا پھل ہے۔ اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی سمت ۱۹۰ کا کال پڑا اور آدمیوں نے جانور تک کاٹ کر کھائے ہیں وہ ہمارے سامنے کا زمانہ تھا۔ اور ہم نے خود اس میں مصیبتیں بھگتی ہیں لیکن بارہ سیر کا آٹا تھا یہ افراتفری نہ تھی کہ ابھی تو یہ سونا دس روپیہ تولہ بک گیا مگر یہ مصیبت جو اس وقت ہے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ ہم تو نہ معلوم کس مصیبت کو زندہ رہ گئے ہیں۔ اور ابھی کیا کیا دیکھنا ہے۔ جو کچھ دن بھر دیکھ رہے ہیں کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ کیسا اندھیر ہے۔ مٹی کا بورا تین آنہ کو۔ ہم نے ہمیشہ ڈیڑھ دو پیسہ کا لیا۔ آج

کوئی چھٹا دن ہوگا چارپائی بنوائی تھی۔ کھٹ بنا بولا۔ لڑکی کہنے لگی جلدی سے بلا لو لڑکے نے آواز دی کھٹ بنا آیا۔ چارپائی کیا چھوٹی سی کھٹولی تھی۔ میں نے پوچھا بھائی یہ بان پڑا ہوا ہے کیا لوگے؟ ادھر اُدھر دیکھ کر کہا صاحب کہنے کو تو دھیلی بارہ آنے کہہ دوں مگر چھ آنے سے تو پائی کم نہ لونگا۔ مجھے غصہ تو بہت آیا اور جی میں آیا کہ ایک دو ہتھڑ ایسا رسید کروں کہ عمر بھر یاد رکھے۔ بھلا ہم نے یہ موقعہ کب دیکھے ہیں۔ اور سو برس کی عمر ہونے آئی کبھی اس پر تو سوئے نہیں۔ چارپایوں ہی پر لیٹے ہیں۔ کھٹولی کی مزدوری دو پیسے۔ بڑی چارپائی کا خیر یہی ایک آنہ۔ ایسا ہی جگادری پلنگ ہوا اور سہی۔ یہ بھی کوئی غضب ہے کہ کھٹولی کے چھ آنہ۔ میں نے اتنا تو کہہ دیا۔ کہ بھائی آنے کیوں کہدیئے۔ روپیہ کہتے۔ ایک وہ وقت تھا کہ یہ کرشمے سامنے دیکھ کر بات تک نہیں کر سکتے تھے۔ لیک آج کا دن ہے کہ سینہ پر چڑھے آتے ہیں۔ تم نے آری بسولا تو کندھے پر رکھا۔ اور کہنے لگا۔ صاحب بگڑتے کیوں ہو۔ میں نے کہا تو بگڑنے کی بات ہی کر رہا ہے۔ کھٹولی کے چھ آنے مانگ رہا ہے۔ دو نہیں چار پیسہ سہی۔ کہنے لگا۔ وہ دن گئے۔ بیس سیر کا آٹا بک رہا تھا جب دو پیسے لیتے تھے۔ اب تو پانچ سیر کا بک رہا ہے۔ ایک آنہ میں تو شام کو بال بچے بھوکے ہی مریں۔ میں نے بھی دل میں سوچا بات ٹھکانے کی کہہ رہا ہے۔ چپکا ہو گیا"

تو لاڈ کیا پوچھتے ہو کیا کہیں اور کس سے کہیں۔ ہماری تو نہ معلوم کٹی اور کٹنی ہے۔ مگر کیا ہے بڑا جیا برے احوال زندگی نہیں ہے اس کو تو بے غیرتی کہتے ہیں۔ کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں اور کپڑا ہے تو روٹی نہیں۔ اب تم سے کچھ پردہ نہیں۔ یہ دو کرتے بنوائے تھے تین روپے لگ گئے۔ بھلا غور تو کرو۔ ڈیڑھ دو آنہ گز کا کپڑا ہمیشہ لگا۔ ململ بارہ آنہ اور لٹھا چودہ آنہ لائیں کہاں سے اور

بدن کو کیونکر ڈھانکیں ۔ اور پھر اس میں دوکاندار بیچاروں کا کیا قصور۔ وہ کوئی اپنے گھر میں تو بناتے ہی نہیں۔ جو بھاؤ لائے وہی بھاؤ بیچا۔ جب خود ان ہی کو بارہ آنہ لینا پڑیگا تو وہ چودہ آنہ نہ بیچیں گے تو کھائینگے کیا۔ اب اسی دکان کا کرایہ سو روپیہ سے کم کیا ہوگا۔ لو اور لو یہ تمہاری برابر والی چاروں دکانیں جن کا کرایہ اب ڈھائی سو روپیہ ہے۔ ہمارے سامنے مرزا مغل کے پاس تمباکو کے کام میں پندرہ روپیہ کی تھیں۔ اور پھر سب مہنگی سمجھ رہے تھے۔ کہ کرایہ زیادہ ہے۔ اب ڈھائی سو میں کوئی اُف بھی نہیں کرتا کہ کیا ہو رہا ہے۔

بیگم بڑے میاں کی اس تقریر کو سننے کے بعد کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم اس تکلیف کی اصلی وجہ پر غور کریں۔ ہاں ایک نہایت ضروری بحث رہ جاتی ہے۔ میں یہاں سے تمہاری گوری چچی کے یہاں گیا تھا۔ اُنہوں نے مجھے اندر تو بلالیا۔ مگر وہ زمین میں گڑی جاتی تھیں۔ اُنکے کپڑے نہایت کثیف تھے۔ اور باوجود سخت سردی ہونے کے کسی بچہ کے بدن پر روئی یا بنات کا تار تک نہ تھا میں نے اُن کو حسب معمول دس روپیہ دیئے وہ کہنے لگیں" بھائی اب کے تو تم دو مہینے دے جاؤ کہ میں کچھ جڑاول بنالوں تیس روپیہ آرہے ہیں۔ کم نصیبا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیس روپیہ مٹھی بھر اں کے ہاتھ میں دے رہا ہوں میں اُٹھانے والی چور ہوں۔ ایک روپیہ کا تو روکھا آٹا دونوں وقتوں میں چاہیئے۔ بتاؤ کیا کروں ایک پیسہ نہیں بچتا کہ کسی کا کپڑا تک بنالوں۔ کئی دفعہ سوچا کہ لاؤ دو وقت نہیں ایک وقت کھائیں۔ مگر جڑاول تو بن جائے۔ دو ایک دن صاف گذار بھی دیئے۔ مگر ان بچوں کی جانے جو تی گھر سر پر اُٹھایا اب مجبور یہ کیا ہے کہ گھی کھانا چھوڑ دیا۔ آخر پیٹ بھرنا ہے۔ کسی نہ کسی طرح بھرینگے۔ سوچ رہی تھی کہ تم آؤ تو کہوں کہ اب کے بیس روپیہ دیدو تو خیر اور کچھ نہیں ایک ایک رضائی

ہی سب کے پاس ہو جائے۔ مگر ایک رضائی بھی مری گری ہو تو پانچ روپیہ بیٹھ
بنتی ہے۔ میرا تو خیر کچھ نہیں گھر کے بیٹھنے والی ہوں۔ ان بچوں کا خیر جیب
نکل آتی ہے۔ سب سے بڑھ کر لڑکے کا ہے کہ اس سردی میں سوں سوں کرتا
کارخانہ جاتا ہے۔ اور روئی کی کمری تک گلے میں نصیب نہیں۔ اس کا ڈر ہے
کہ خدانخواستہ ہوا لگ گئی تو ماند ......

بیگم صاحب اب آپ یہ فرمائیے کہ ہندوستان پر ایسی مصیبت کبھی اس سے
پہلے نازل ہوئی انسانیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر ہم دونوں وقت پیٹ بھر کر
کھا لیتے ہیں اور اچھا کپڑا پہن لیتے ہیں۔ یا عیش و عشرت میں گذر ہوتی ہے تو
ان بدنصیب ہستیوں کو فراموش کر دیں۔ جن کو دو دو تین تین وقت روٹی
میسر نہیں آتی۔ جن کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا تک نہیں۔ ذرا نظر او نچی کرو
اور اپنے پڑوس ہی پر غور کرو۔ آگے بڑھو عزیزوں پر نظر ڈالو۔ اور آگے چلو
خدا کی مخلوق کو دیکھو۔ تم کو دو چار نہیں دس بیس نہیں سینکڑوں ہزاروں
انسان مرد عورتیں ایسے ملیں گے جو ایک پیسہ کو محتاج ہیں۔ جب ہم پہاڑ
گئے ہیں تو تم نے اُس عورت کو دیکھا تھا۔ جو اپنے دونوں تینوں بچوں کو درخت
کے نیچے لئے بیٹھی بھیک مانگ رہی تھی۔ اس قسم کی حالت قریب قریب تمام
ملک کی ہے۔ جو خوشحال ہیں اُنکو بھی ظاہر میں خوشحال سمجھ لو۔ دل اُن کے بھی
رو رہے ہیں۔ میں تم کو کس کس کی مثال دوں۔ تم اپنی آنکھ سے شب و روز
اس قسم کے واقعات دیکھ رہی ہو۔

ان حالات میں اگر خدا نے تھوڑی سی بھی ہمکو عقل دی ہے تو ہمارا فرض ہے
کہ ہم غور کریں کہ آخر ہم وہی ہیں وہی ہمارا ملک ہے جہاں غلہ ایک روپیہ کا من بھر
بکتا تھا۔ اور ہم ایک پیسہ میں دو پیسہ کیا تم کو یاد نہ ہوگا۔ والدہ مرحومہ

اکثر کہا کرتی تھیں کہ ملازموں کی تنخواہ تین روپیہ چار روپیہ تھی۔ اس تین چار روپیہ میں وہ سب کچھ کرتے تھے۔ رہتے سہتے بھی تھے کھاتے پیتے بھی تھے۔ شادی بیاہ بھی کرتے تھے اور مکان دوکانیں بھی لیتے تھے۔ آخر وہ کیا وقت تھا اور اب کیا وقت ہے۔ آج دو تین کی بجائے دو تین سو کی نوکریاں ہیں چار پانچ سو کی آمدنیاں ہیں۔ مگر جہاں دیکھو خاک اڑ رہی ہے۔ کوئی خوش نہیں ان حالات پر نظر ڈالنا ہر انسان کا فرض ہے۔ تاکہ وہ معلوم کرے کہ ملک پر جو یہ مصیبت نازل ہوئی اسکے اسباب کیا ہیں اور ان کا دفعیہ کس طرح ممکن ہے۔

اس کی وجہ سب سے بڑی میں تم کو بتاتا ہوں۔ جسقدر غلہ ہندوستان میں پیدا ہوتا تھا وہ ہندوستان کی ضرورت سے زیادہ تھا۔ غلہ تھا اور کھانے والا نہ تھا۔ لاکھوں من سڑ کر جاتا اور خراب ہو کر پھکتا۔ اب ہندوستان کا غلہ باہر جانے لگا۔ اور ہندوستان کے واسطے جو کچھ رہا وہ ناکافی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ بجائے من بھر کے پانچ سیر رہ گیا۔ کیونکہ جب کم رہا تو آپ سے آپ اسکے دام زیادہ ہونگے۔ کپڑا جو لوگ گاڑھا اور کھدر پہنتے تھے اس میں خوش تھے کہ یہی روئی اور سوت یہاں سے باہر گیا۔ اور وہاں سے دوسری صورت اختیار کر کے آیا تو ہم ریجھ گئے۔ اور اپنی ہی چیز کو چوگنے پچگنے داموں پر خرید کر اسکو قبول کرتے ہیں۔ اگر آج ہم اپنی چیزوں کا استعمال شروع کر دیں تو یہ مصیبت خاص حد تک کم ہو جائے۔

میں نے اس مسئلہ پر مدتوں غور کیا اور جب سے یہ دو تین واقعات میری آنکھ کے سامنے آئے ہیں رات دن غور کر رہا ہوں میری رائے تو یہی ہے کہ ہندوستان کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک وہ

ان معاملات کی طرف توجہ نہ کریگا مشکل ہے کہ ان تکالیف و مصایب سے رہائی پائے۔

مغیرہ۔ میں نے اب تک ان معاملات پر غور نہیں کیا۔

اویس۔ اب غور کرنے کی ضرورت سمجھتی ہو ؟!

مغیرہ۔ ہاں تم نے جو کیفیت بیان کی اُس کا تو واقعی میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور میں کیا ہر ہندوستانی اِس عذاب کے دور کرنے کی کوشش کریگا۔ اور کوشش و کرسکیگا تو ضرور غور کریگا۔ کہ کیا کرسکتا ہے۔

(۸)

یہ میرے سرکاری کاغذات ہیں۔ اور یہ قبالہ جو برباد ہوا ہے اِس پر ایک حرف بھی سیاہی کا گر جاتا تو دو کوڑی کا تھا۔ نہ کہ تمام قبالہ کا قبالہ سیاہی میں غارت ہوگیا۔ اگر میرا دس ہزار کا نقصان ہوجاتا تو اُس کا مجھ کو اتنا رنج نہ ہوتا جتنا اس کا ہے۔ پرسوں مقدمہ ہے جو کاغذات مجھے پیش کرنے تھے وہ بھی خراب ہوگئے۔ اب بتاؤ کیا کروں۔

"قمر تم کو پتا لگانا چاہئے یہ قصور کس کا ہے۔ قطعی شمس کی کاہستانی ہے۔"

قمر۔ ابا جان یہ قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اماں جان کے فرمانے سے ایک پنسل لینے میز پر گئی تھی۔ دوات کو میرا ہاتھ لگا۔ اور وہ گر گئی۔ چونکہ یہ کاغذات پھیلے ہوئے تھے اِس سے خراب ہوگئے۔

اویس۔ یہ تو ایسا نقصان ہے جس کی تلافی عمر بھر میں نہیں کرسکتا ہزاروں روپیہ کا مقدمہ ہاتھ سے گیا۔ تم نے تو اتنی سی بات کہدی کہ قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے۔

قمر۔ بیشک ہوا ہوگا مگر ہو تو مجھ ہی سے گیا۔ وقت کی بات ہے کہ دوات لڑھک گئی۔ دونوں باتیں اُلٹی ہوئیں۔ ادھر تو کاغذ پھیلے ہوئے تھے ادھر دوات ٹیڑھی رکھی تھی۔

اویس۔ دوات تو میں نے خود ٹیڑھی کر دی تھی کہ ٹوٹی ہوئی ہے۔ کاغذات بھی میں نے کھولے تھے۔ مگر مجھے خبر نہ تھی کہ یہ حشر ہوگا۔ تھوڑی سی غفلت تو میری بھی ضرور ہے۔ لیکن تمہاری لاپروائی بھی معافی کے قابل نہیں۔

قمر۔ آپ جو تجویز فرمائیں۔

اویس۔ میں اس وقت تو تمہاری سچائی کی تعریف کرتا ہوں۔ شاباش میں تم سے بہت خوش ہوا کہ تم نے غلطی کا اقرار کیا۔ اور جھوٹ نہ بولیں۔ ہر لڑکی کو مناسب ہے کہ وہ اس طرح سچ بولے۔ اور یاد رکھے کہ دنیا میں جھوٹ بولنا بہت بڑا عیب شمار کیا جاتا ہے۔ جھوٹ دو چار روز یا مہینہ دو مہینہ بعد کھل جاتا ہے۔ لیکن جھوٹے کی وقعت نہیں رہتی۔

قمر۔ میں نے تو جس وقت دوات گری تھی اسی وقت اماں جان کو اطلاع دیدی تھی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی آپ ابا جان کو بلا کر آگاہ کر دیجے۔

اویس۔ میں تمہاری اس انسانیت سے اسقدر خوش ہوا کہ قصور معاف کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ تم تمام عمر کبھی جھوٹ نہ بولو گی۔ کیونکہ جھوٹ دنیا کا بدترین عیب ہے اور صرف اس وقت جائز ہے جب جھوٹ بولنے سے کسی نیک آدمی کی جان بچتی ہو۔

قمر۔ میں انشاء اللہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گی۔ عہد کر چکی ہوں کہ چاہے جان نکل جائے مگر جھوٹی بات زبان سے نہ نکلے گی۔

اویس۔ میں تم کو جھوٹ کی برائیاں بتا چکا ہوں۔ اب ذرا اپنے نیا دہ بہنے کی [illegible]

نہیں ۔ صرف یہ اور یاد رکھو کہ سچائی کا ہمیشہ بول بالا ہے ۔ اور جھوٹے پر خدا
کی لعنت ۔ کیوں بیٹی شمس تم کیا کہتی ہو ؟
شمس ۔ اباجان میں تو کبھی جھوٹ نہیں بولتی ۔
مغیرہ ۔ ہاں بیٹی درست ہے ۔

(۹)

تم کو فرصت ہے کہ آج باتیں کرسکو ۔ میں تو اسی واسطے جلدی سے چلا
آیا ۔ حالانکہ تھوڑے بہت کام ابھی باقی رہ گئے ۔
مغیرہ ۔ تم دیکھو جتنی فرصت ہے ۔
اویس ۔ مجھے تو تم مصروف دکھائی دے رہی ہو ۔
مغیرہ ۔ پھر میں کیا کہوں ۔
اویس ۔ ان کاموں کو چھوڑ دو ۔
مغیرہ ۔ یہ کس طرح ممکن ہے ۔
اویس ۔ کیا نقصان ہے ؟
مغیرہ ۔ رات کو بھوکے رہوگے ۔
اویس ۔ ماما پکا رہی ہیں ۔
مغیرہ ۔ میری نگرانی ضروری ہے ۔
اویس ۔ آج نہ سہی ۔
مغیرہ ۔ برباد کر دینگی ۔
اویس ۔ بلا سے ۔
مغیرہ ۔ برا ہوگا تو شکایت نہ کرنا ۔
اویس ۔ ہرگز نہیں ۔

مغیرہ ۔ بچہ کو سلادوں ۔

اویس ۔ ہاں ضرور ۔

مغیرہ ۔ جلدی نہیں سوئیگا ۔

اویس ۔ کیوں ؟

مغیرہ ۔ کچھ کھاکر سوئیگا ۔

اویس ۔ تو تم کو بات ہی کرنی نہیں ہے ۔

مغیرہ ۔ اس کو میں گود میں لے لیتی ہوں ۔ تم گفتگو شروع کرو ۔

اویس ۔ میں کیا شروع کروں ؟

مغیرہ ۔ پھر میں کیا کہوں ؟

اویس ۔ تم نے اس گفتگو پر غور کیا ۔

مغیرہ ۔ ہاں کیا ۔

اویس ۔ کس نتیجہ پر پہنچیں ؟

مغیرہ ۔ تمہاری رائے سے اتفاق ہے ایک حد تک ۔

اویس ۔ اور کلی کیوں نہیں ! ۔

مغیرہ ۔ طریقوں سے اختلاف ہے ۔

اویس ۔ وہ کیونکر ؟

مغیرہ ۔ ترک موالات سے اختلاف ہے ۔

اویس ۔ پھر کامیابی کیونکر ہو ۔ ؟

مغیرہ ۔ غلامی سے بحث ہے نا ۔

اویس ۔ سب سے پہلے اس کو لو ۔

مغیرہ ۔ اس کا انسداد ممکن ہے ۔

اویس ۔ وہ کیونکر؟

مغیرہ ۔ غلہ باہر نہ جائے۔

اویس ۔ کس طرح؟

مغیرہ ۔ باہر جانے سے روکو۔

اویس ۔ کس تدبیر سے؟

مغیرہ ۔ ملک خود خریدے۔

اویس ۔ خوب۔

مغیرہ ۔ خوب کیا؟

اویس یا تو تم خود نہیں سمجھتیں یا مجھ کو بے وقوف سمجھتی ہو۔

مغیرہ ۔ دونوں باتیں نہیں ہیں۔

اویس ۔ پھر کیا ہے؟

مغیرہ ۔ بحث تو یہ ہے کہ غلہ باہر جاتا ہے ۔ یہی نہ؟

اویس ۔ ہاں۔

مغیرہ ۔ باہر نہ جانے دو۔

اویس ۔ وہی تو کہتا ہوں کس طرح؟

مغیرہ ۔ خود خرید و۔

اویس ۔ سبحان اللہ۔

مغیرہ ۔ جواب دو یا سبحان اللہ اور خوب سے کام ہے۔

اویس ۔ غلہ جب باہر جائیگا تو گراں ہوگا ۔ یہاں رہے گا تو سستا ہوگا ۔ یہ سمجھی ہو یا کچھ اور؟

مغیرہ ۔ ہاں یہی سمجھی ہوں۔

اویس - جب باہر گاہک موجود ہونگے اور وہ اسی نرخ سے قیمت لگائینگے - تو یہاں والے لیکر کیا کرینگے - ایک تو اس فائدہ کے واسطے گراں ہوگا - اگر اس طرح مقابلہ میں خریدا گیا تو یہ بھی چھ سات سیر کا پڑیگا - اور چار پانچ سیر کا بکے گا -

مغیرہ - ہاں یہ تو سچ ہے -

اویس - پھر تم نے کیا بات نکالی -

مغیرہ - ترک موالات کو اس سے تعلق نہیں -

اویس - کیوں ؟

مغیرہ - کیونکہ گورنمنٹ ہر جائز کام میں مدد دینے کو تیار ہے -

اویس - ایسا نہیں ہوا

مغیرہ - ہوا اور ہوتا ہے -

(۱۰)

شکایت کرنا میری عادت میں داخل نہیں - اس لئے میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنا نہیں چاہتی - بہتر ہوگا کہ آپ اماں جان سے دریافت کریں -

اویس - تم کو بتانے میں کیوں تامل ہے ؟

قمر - اس لئے کہ یہ ایک قسم کی شکایت ہے - جو میں پسند نہیں کرتی -

اویس - اچھا بیگم صاحب تم بتاؤ - ؟

مغیرہ - میں کیا بتاؤں -

اویس - آخر کچھ تو بتاؤ یہ کیا لغویت ہے - کہ اس کمبخت نے فرعونیت پر کمر باندھ رکھی ہے - آج اس کی وجہ سے ماما بیٹھ گئی - کل کوئی اور گل کھلیگا -

مغیرہ - میں تو سمجھا چکی اس کمبخت کی سمجھ ہی نہیں آتا -

اویس - آخر اس سے پوچھو تو سہی کہ اس بیچاری بڑھیا نے اسکا کیا بگاڑا تھا ماما ہے لونڈی نہیں - ہاتھ بیچے ہیں ذات نہیں -

مغیرہ - میں سب کچھ پوچھ چکی کہہ چکی اور سمجھا چکی -

اویس - اب تم کو مجھ سے اتفاق ہے کہ اگر تم اس کی تربیت پر توجہ کرتیں تو یہ ایسی خودسر نہ اٹھتی -

مغیرہ - تم ہر بات میں مجھے نہ لیپا کرو -

اویس - کیوں شمس ماما پر ہاتھ اٹھانا کس نے بتایا ہے - کہ وہ میری نانی دادی کے برابر عورت - تجھ کو گودوں میں کھلایا - اس کی سزاوار ہے جو کہ تو اس کو جوتی کھینچکر مارے -

مغیرہ - یہ تو بڑی ہی جھوٹ کہتی ہیں - جوتی ماری تو نہیں پھینکی تھی -

اویس - تمہاری اس شہ نے اس کا ناس کیا -

مغیرہ - میرے سامنے تو وہ آکر کہے -

اویس - میں ابھی پوچھ لیتا ہوں -

کیوں بیٹی قمر تم بتاؤ کیا معاملہ ہوا ؟

قمر - میں کیا عرض کروں اصل واقعہ تو ختم ہو گیا - اب بحث آپ کی اور اماں جان کی ہے ظاہر ہے کہ میرا بیان ایک کے خلاف ہو گا -

اویس - مگر تم سچ بات کہو -

قمر - اگر آپ مجھ سے بغیر دریافت کئے معاملہ ختم کر دیں تو کیا نقصان ہے -

اویس - مگر تمہاری اماں جو مجھ کو جھٹلاتی ہیں -

قمر - اس کو تو آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں -

اویس - دونوں میں سے ایک قطعی جھوٹا ہے -

قمر۔ ....

اویس۔ بڑھیا روتی ہوئی گئی۔ اور وہ مجھ سے کہتی ہی نہیں۔ نہ اُس کی یہ ہمت تھی نہ وہ میرے پاس گئی۔ میں بڑے کمرہ سے باہر نکل رہا تھا۔ وہ جا رہی تھی۔ اُس کو روتا دیکھ کر میں نے پاس بلایا۔ اُسے آنے میں تامل تھا۔ میں نے مرزا سے زبردستی بلایا۔

مغیرہ۔ تم نے کچھ ہی کیا مگر اُس کو لڑکی کی شکایت کرنی مناسب نہ تھی ایسا ہی تھا تو مجھ سے کہتی۔ مردوں سے کیا واسطہ وہ جانتی ہوگی کہ اُس دن کی طرح سے ایک دفعہ اور پٹے۔

اویس۔ تم مجھ کو تو ختم کرنے دو۔ یا اپنی ٹانگ اڑا رہی ہو۔

مغیرہ۔ کیوں میں سب جانتی ہوں۔

اویس۔ اس میں جاننے اور نہ جاننے کا سوال نہیں ہے۔

مغیرہ۔ اُس کو تم سے کہنا مناسب نہ تھا مجھ سے کہتی۔

اویس۔ تمہارا یہ الزام ابھی طے ہو جاتا ہے۔

مغیرہ۔ فرمائیے۔

اویس۔ اول تو وہ میرے پاس آتی ہی نہ تھی۔ میں نے زبردستی اُس کو بلوایا وہ آئی تو بالکل خاموش تھی۔ البتہ اُس کی آنکھ سے آنسو نکل رہے تھے۔ صنوبر اُس کے ساتھ تھی۔ میں نے ہر چند بڑی بی سے پوچھا۔ مگر اُنھوں نے جواب نہ دیا۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو صنوبر نے کہا کہ منجھلی بیگم نے جوتی ماری۔

مغیرہ۔ ہاں تو یہ صنوبر کی کارستانی ہوگی۔ اُس مردار کو تو تم دیکھنا۔ اِس بہتان پر کیسا ٹھیک بناتا ہوں۔

اویس۔ پہلے تم یہ تو فیصلہ کرو کہ قصور کس کا ہے۔ اُسکے بعد سزا دینا۔ یہاں آؤ شمس تم خود ہی بتاؤ۔ تم نے بڑھیا کو جوتی ماری ہے؟

شمس۔ کیسی جوتی۔ میں نے تو اُن سے یہ کہا تھا۔ پہلے میرے چاول گرم کردو۔ اُنہوں نے کہا مجھے فرصت نہیں۔ میں نے کہا جانے دو۔ یہاں سے تو وہ ہنسی خوشی گئی ہیں۔

اویس۔ لیجئے اور فرمایئے۔

مغیرہ۔ نہیں ہنسی خوشی تو نہیں گئی۔ گئی تو روتی ہی ہوئی۔ مگر جوتی دوتی نہیں ماری۔

اویس۔ تم یہ نہیں دیکھتیں کہ یہ کیسا صریح جھوٹ بولتی ہے۔

مغیرہ۔ دیکھ کیوں نہیں رہی۔

اویس۔ لاحول ولا قوۃ۔

مغیرہ۔ کھانا لاؤں۔

اویس۔ کھانا کیا کھاؤں مطلق بھوک نہیں۔

مغیرہ۔ بس معاملہ ختم کرو۔

اویس۔ تم نے تو کہدیا ختم کرو۔ تمہاری لاپروائی نے یہاں تک پہنچا دی۔ کاش تم اس ذمہ واری کو سمجھتیں۔ اور تم کو معلوم ہوجاتا کہ یہ عیب کیا کیا گل کھلائینگے۔

مغیرہ۔ تم ہر بات میں مجھے کیوں لپیٹ لیتے ہو۔؟

اویس۔ کیسی بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ یاد رکھو شمس خود غارت ہوئی اور اُس نے اپنے ساتھ تم کو اور مجھ کو دونوں کو غارت کیا۔

مغیرہ۔ میری اب تک عقل کام نہیں کرتی کہ تم ایسا کیا مرض شمس میں دیکھ رہے ہو جو تم میں موجود نہیں۔ سوا اس کے کہ تم خاموش ہے اور شمس چالاک تو اس معاملہ میں

یہ ضرور نہیں کہ تمہاری رائے ختم ہو۔ زمانہ کی رفتار کچھ اور ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ سیدھے سادے آدمیوں کو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ ایماندار پڑے رویا کرتے ہیں اور بے ایمان مزے اڑاتے ہیں۔

اویس۔ توبہ توبہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ یہی خیالات ہیں جن کی وجہ سے تم نے شمس کی تربیت پر توجہ نہ کی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود تعلیم کے صرف اس لئے کہ تربیت درست نہ ہو سکی لڑکی کی طبیعت میں وہ بیج بو دیئے گئے جن کے پھل یہی نہیں کہ اس کو خود بھگتنے پڑینگے بلکہ میں اور تم دونوں کھائینگے۔ اور اگر میرا اندیشہ غلط نہیں اور یقیناً غلط نہیں بلاشبہ نہیں تو عمر کے آخری حصہ میں جب ہم کو موت کی تیاریاں کرنی ہونگی۔ اس کی بدعنوانیاں ہمارا کلیجہ جلائیں گی۔ اور وہ آخر وقت بھی اس کمبخت کے ہاتھوں ہمارا ایسا برباد ہوگا۔ جس کے خیال سے میں اس وقت بھی لرز رہا ہوں۔ کیا یہ غفلت خالی جائیگی۔ کیا یہ بے پروائی بے سود نکلیگی۔ یہ وہ گناہ ہے۔ جس کی پاداش یہاں بھی اور وہاں بھی دونوں جہان میں ہمارا مُنہ کالا کریگی۔ یہاں بدنامی اور رسوائی۔ وہاں بربادی اور تباہی۔

مغیرہ۔ میری رائے میں تم کو کچھ وہم بھی ہے۔ اور چونکہ ہمیشہ سے طبیعت میں یہ عادت موجود ہے۔ اس لئے سیل کا بیل اور بات کا بتنگڑ بنایا کرتے ہو۔ اب تم کو جائیداد و املاک کے جھگڑوں سے فرصت ہوئی تو یہ ٹنٹے تمہارے سامنے ہیں۔ ہر وقت ان ہی کو بیٹھا سوچا کرتے ہو۔

اویس۔ خدا کرے تمہارا خیال صحیح ہو اور میرا یہ وہم وہم ہی کی حد تک ختم ہو جائے بہت ممکن ہے کہ جس وقت کا مجھے احتمال ہے اور جس کی بابت میں نے ابھی کہا کہ اس کا آنا یقینی ہے اُس وقت میں زندہ نہ ہوں۔ مگر تم جس وقت اپنی آنکھ سے اُس کے جگر خراش صدمے دیکھ لوگی اُس وقت تم کو معلوم ہو جائیگا کہ وہمی

اویس جو کچھ جھینک پیٹ کر دنیا سے رخصت ہوا اس میں کہانتک خلوص تھا
یں وہی نہیں ہوں۔ ایک ایک بات پر غور کر رہا ہوں۔ دنیا میں لاتعداد
حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی زندگی کی کائنات چند گھنٹے اور چند منٹ
ہیں۔ وہ انسانی دنیا کے واسطے بظاہر مفید اور مضر نہ ہوں۔ مگر قدرت کا کوئی
فعل بے سود اور بے کار نہیں۔ اُن کی زندگی کے بھی کچھ نتائج دنیا میں موجود
رہ جاتے ہیں۔ اگر انسان بھی اپنی زندگی کو اس کسوٹی پر پرکھے اور دیکھے تو اُسے
معلوم ہو جائے کہ پچاس ساٹھ برس میں جو اُس کی زندگی کا اوسط ہے اس نے
کیا کیا کیا۔ کیا دیا کیا رکھا اور کیا چھوڑا۔ کیا تم ایک شخص کی موت پر جو دنیا سے رخصت
ہوتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت یہ کبھی خیال نہیں کرتیں کہ اس کی زندگی قوم اور
ملک کے واسطے کیسی ثابت ہوئی۔ وہ کس حد تک ابنائے جنس کے واسطے مفید ثابت
ہؤا۔ اور اب یہ موت کس کس کو کتنا نقصان پہنچا رہی ہے۔ کیا ایک مرد کا کام
یہی ہے۔ کہ وہ بیوی بچوں کے واسطے جائز و ناجائز کا امتیاز اُٹھا کر زندگی
کے اسباب عیش تلاش کرے۔ اُن کو کھلا دے اور پہنا دے۔ کیا ایک عورت
صرف اس لیے دنیا میں پیدا کی گئی ہے کہ شوہر کو راضی رکھے اور بچوں کو دودھ
پلا دے۔ کیا مرد کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ چند لاکھ روپیہ ورثا کے واسطے چھوڑ
دے۔ کیا عورت اُس کو کہتے ہیں جو کئی بچوں کی ماں ہے۔ اگر ایسا ہے تو اشرف
اور ارذل مخلوق دونوں یکساں ہوں گی۔ اشرف کچھ اپنی فضیلت کا بھی لحاظ
رکھے گا۔ اور وہ اس پر بھی غور کرے گا۔ کہ اپنے بعد کچھ ایسی ہستیاں چھوڑنا
ہے۔ جو ملک اور قوم کیلئے مفید ہوں گی۔ اُن کے کارنامے انسانی دنیا
کے واسطے سبق ہوں گے۔ کیا تم اس سے انکار کرتی ہو کہ تمہارے بڑے
ماموں جان جس وقت اپنے لڑکے یعنی تمہارے ماموں زاد بھائی کی شہرت سے

شاد شاد ہوتے ہونگے۔ اُس وقت اس دنیا کی کوئی دولت اِس مسرت کی پروا نہیں کر سکتی۔ میں تو سب سے زیادہ خوش نصیب اُن لوگوں کو خیال کرتا ہوں جو اولاد کی طرف سے مطمئن رہوں۔

مغیرہ۔ میں تمہاری اِس رائے سے یقینی متفق ہوں۔ اور میرا خیال بیشک یہ ہے کہ ہر ماں اور ہر باپ کا یہ فرض ہے۔ کہ اپنی اولاد کے واسطے ضرور یہ انتہائی کوشش کرے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ لیکن بہت سی باتیں ہیں جن کی تکمیل انسان کے اپنے ہاتھ میں نہیں خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ تو شائد میں نہیں کہہ سکتی کہ ہر ماں باپ مگر یہ ضرور کہوں گی قریب قریب ہر ماں باپ کی خواہش یہی ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جس طرح والدین خود بھوکے رہ کر اُن کا پیٹ بھرتے ہیں۔ ننگے رہ رہ کر ان کا تن ڈھانکتے ہیں۔ اسی طرح وہ تکلیف اُٹھا کر اُن کی تعلیم ضروری سمجھتے ہیں۔ اُن کو پڑھاتے ہیں لکھاتے ہیں۔ یا جس قسم کے پیشہ اُن کے ہاں رائج ہوتے ہیں۔ وہ سکھاتے ہیں سکھواتے ہیں۔ سقہ اپنی اولاد کو اپنا پیشہ سکھاتا ہے بڑھئی لڑکوں کو بڑھئی بناتا ہے۔ اِس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اِس قسم کا جذبہ ہر شخص کے دل میں موجود ہے۔ بعض نہایت ذلیل لوگ بھنگی چمار وغیرہ علم کی دولت سے واقف ہو کر کوشش کرتے ہیں کہ اُنکے بچے بھی عالم ہوں۔ وہ بھی اِس طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور اُنکے بچوں کو بھی تم نے پڑھتے دیکھا ہے۔ اُن میں سے بعض کامیاب ہوتے ہیں بعض ناکام۔ تم نے پرسوں بھی دیکھا ہوگا عاقل کے ساتھ نوری نائی کا لڑکا کھیل رہا تھا۔ وہ بھی تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ اب کون یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ کیسا نکلیگا۔ لیکن اگر کامیابی انسان کے ہاتھ میں ہوتی تو ساری دنیا عالم فاضل ہی ہو جاتی۔ کیا میری خواہش

نہیں تھی کہ میری بچیاں سارے جہاں کی بچیوں سے بہتر اُٹھیں۔ کیا شمس اور قمر دو علیحدہ ماؤں کی بچیاں ہیں۔ کیا یہ کسی اور پیٹ کی ہیں۔ دونوں آنکھیں برابر ہیں جیسی یہ ویسی وہ۔ میں نے اپنی طرف سے دونوں بچیوں کو یکساں پرورشں کرنے میں کبھی غفلت نہیں کی۔ آج تم نے یہ کہلوایا ہے تو میں صاف صاف کہتی ہوں۔ بہت ممکن ہے تم کو ناگوار ہو میں نے اپنی غور و پرداخت میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ جو اُسکے واسطے کیا وہ اس کے۔ اگر تمہارا خیال صحیح ہے اور قمر کی ابتدا خوشگوار انجام کی تمہید ہے۔ تو یہ انعام وہی ہے۔ جس سے شمس محروم ہے اور اُس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں آتی۔ بالخصوص اُس وقت تک جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ میں نے قمر کی تعلیم میں جو تمہارے خیال کے موافق شمس سے بہتر ثابت ہوئی ہوگی کوئی خاص توجہ کی۔ چونکہ میں نے نہیں کی اس لئے یہ ثابت نہیں ہو سکتا اور واقعہ یہی ہے۔ جس کے تم خود شاہد ہو۔ کہ میں نے دونوں کو ایک آنکھ سے دیکھا۔ اسلئے میں مطلق ذمہ وار نہیں ہوں۔ اب اگر قمر لائق ہوگئی ہے تو میں مجبور ہوں۔ یہ کہوں گی کہ تم نے جس دولت سے قمر کو مالامال کیا اُس سے شمس کو محروم رکھا۔ اور میرے معاملہ میں تمام ذمہ داری مجھ پر سے اُٹھ کر تمہارے سر پر آتی ہے۔ تم ایک کام اچھی طرح انجام دے سکتے تھے چنانچہ دیا۔ لیکن ایک آنکھ میں لہر بہر ایک آنکھ میں خدا کا قہر۔ قمر کو تم نے سب کچھ بتایا اور شمس کو بتانا تو درکنار کبھی گھڑی آدھ گھڑی کو لیکر بھی نہ بیٹھے۔ کیا شمس کا شمار تمہاری اولاد میں نہیں ہے۔

اویس۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ آج اتنے عرصہ بعد تم نے گفتگو کی اور اس مسئلہ پر بحث کے واسطے تیار ہوئیں۔ تم نے جو کچھ کہا میں نے ایک ایک

صرف غور سے سنا اور میں اُس کا جواب یہ دونگا ۔
اولاد میں دو مختلف جز و ہیں ۔ لڑکے اور لڑکیاں ۔ گو ایک اعتبار سے ان میں نہ اختلاف ہو مگر ایک اعتبار سے وہ مختلف کہی جا سکتی ہے ۔ اور ان میں لڑکوں کی طرف باپ اور لڑکیوں کی طرف عام طور پر ماں زیادہ متوجہ ہوتی ہے ۔ اور اس کی وجہ ہمارے یہاں صرف یہ ہے کہ باہر کی پرورش کی تعلیم جو لڑکوں کو دی جاتی ہے عورتیں نا آشنا ہوتی ہیں ۔ اور وہ اچھی طرح نہیں سمجھ سکتیں ۔ برخلاف اس کے لڑکیوں کے معاملات وہ بہت اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں اور یہ کچھ ہمارے ہاں کا تمدن ہے کہ لڑکیوں کے مراحل مائیں ہی آسانی سے طے کر سکتی ہیں ۔ اِس اصول کو پیش نظر رکھکر لڑکوں کے نقائص کا باپ اور لڑکیوں کے نقائص کی ماں زیادہ ذمہ دار بھی جا سکتی ہو تاہم لڑکے سے ماں اور لڑکی سے باپ کا تعلق منقطع نہیں ہوگا ۔ نسبتًا دونوں اس ذمہ داری میں لپٹے ہوئے ہیں ۔ شمس و قمر دونوں بچیوں کی ذمہ داری مجھ پر اور تم پر دونوں پر ہے ۔ نہ تم اس سے علیحدہ ہو نہ میں ۔ اب سوال صرف یہ آتا ہے کہ زیادہ بار تم پر ہے یا مجھ پر ۔ تمہاری گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ تم اسکا جواب وہ مجھے سمجھ رہی ہو ۔ اور اس سئے بھی کہ میں نے قمر کی طرف زیادہ توجہ کی اور شمس کو نظر انداز کر دیا ۔ اب تم کو اس کا جواب دیتا ہوں ۔ خدا کرے تمہاری سمجھ میں آجائے

جیسا کہ میں نے ابھی تم سے کہا ہے لڑکیوں کے بہت سے فرایض ایسے ہیں جن سے باپ کو براہ راست تعلق ہو بھی نہیں سکتا ۔ مثلاً ایک لڑکی اگر بخیہ اچھی طرح کرنا نہیں جانتی ۔ بہ حیثیت مجموعی اُس کی ناواقفیت کا الزام کھینچ تان کر باپ کی ذات پر آنا ممکن ہے ۔ لیکن حقیقتاً اُس کی ذمہ داری ماں

پر ہے۔ باپ بخیہ اور اُس کی تفصیل سے قطعًا ناواقف ہے۔ اس لئے کہ وہ خود نہیں جانتا۔ شمس میں جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ کمی موجود ہے۔ اُس نے اپنی بساط کے موافق کتابیں تو ضرور پڑھ لی ہیں۔ مگر اور کچھ نہیں سیکھا۔ بچیوں کو پڑھانا اور بنانا تمہارا کام تھا۔ اور میں تم سے شروع میں کہہ رہا تھا کہ علم بغیر تربیت کے درست نہیں۔ میں ابھی بھی کہہ چکا ہوں کہ لڑکیوں کی پرورش زیادہ تر ماں سے متعلق ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ توجہ جو تمہارے فرایض میں داخل ہے نہیں ہوتی اور تمہاری اس غفلت سے بچیوں کا ناس ہوگا۔ تو میں نے کوشش کی کہ کچھ تمہارا ہاتھ بٹاؤں۔ اور اپنے عزیز وقت کو جو تمہارے واسطے ان اسباب کو فراہم کرنے میں صرف ہوتا جس کا ہونا ضروریات زندگی کے واسطے لازمی ہے۔ اس اشد ضرورت پر بھی صرف کروں۔ چنانچہ میں نے اس طرف توجہ کی۔ اور جسقدر وقت نکال سکتا تھا نکالا۔ اور جو کام تمہارا تھا اُس کو میں نے کیا۔ ان حالات میں تم کو میرا احسانمند ہونا چاہیئے۔ کہ مینے تمہارے سیر بھر الزام کو آدھ سیر کر دیا۔ لیکن اس سے زیادہ میرے امکان سے باہر تھا۔

برسات کے موسم میں ایک روز جب ہلکا ہلکا ترشح ہو رہا تھا اور آسمان پر اودی اودی گھٹا چھائی ہوئی تھی صبح کے وقت جب اویس ناشتہ سے فارغ ہو چکا تو قمر نے کہا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ذرا چھینٹا پڑ جائے تو میں تم کو باغ میں لیجا کر سمجھاؤنگا کہ زمین کس طرح ماں بن کر سبز و شاداب بوٹوں اور پھولوں کی پرورش کرتی ہے۔ اگر ممکن ہو اور مناسب سمجھیئے تو آج تشریف لے چلیئے۔

اویس۔ ہاں ہاں ضرور تم سب تیار ہو جاؤ۔

مغیرہ اور دونوں بچیاں تیار ہوکر اُس کے ساتھ چلیں ابھی شہر سے
باہر نہ نکلی تھیں کہ قمر نے کہا" اوہو! جان آپنے تمام سودا تو لے لیا۔ مگر قند
رہ گیا۔ بہت ممکن ہے کہ باغ میں میسر نہ آسکے۔ بہتر ہوگا کہ یہاں سے خرید لیں"
مغیرہ آدمی کو دو روپیہ دیئے اور کہا اچھا قند لے لو۔ آدمی قند کا پڑا
لیکر آیا قمر نے قند ڈبے میں بھر لیا۔ اور وہ کاغذ جس میں قید تھا ہاتھ میں لیکر
پڑھنے لگی تو سب سے اوپر یہ عنوان تھا۔

سمرنا کے یتیم بچے

قمر چونکہ اس قسم کے مضامین کو غور سے پڑھا کرتی تھی اُس نے اپنی
جگہ پر بیٹھ کر اخبار پڑھنا شروع کیا۔ مگر ابھی ارادہ ہی کیا تھا کہ ادیس نے کہا کیوں
بی قمر تمہاری ڈاک آئی۔ اخبار آیا۔

قمر:- جی ہاں آگیا۔ مگر کوئی خاص بات نہیں ہے۔

اتنا کہہ کر قمر اس مضمون کے پڑھنے میں مصروف ہوئی تو ایک جلسہ کا
ذکر تھا جہاں صدر کی یہ تقریر تھی۔

"وحشی یونانیوں نے جو مظالم سمرنا اور اُس کے گرد و نواح
میں مسلمانوں پر توڑے اگر اُن کا عشر عشیر بھی ہندوستان
کے مسلمان آنکھوں سے دیکھ لیں تو جسم میں رعشہ پڑ جائے
یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ جس طرح ہم نے اسلام کے ہر حکم سے
اِغماض کیا مسلمانان سمرنا کی حالت زار سے بھی منہ پھیر لیں
میں نہیں کہتا کہ اگر آپ اُن سے ہمدردی کرینگے تو آپ کو
بعد موت بڑے بڑے درجات ہونگے۔ اگر آپنے اِس توقع

پر کچھ نہ کیا تو آپ یقین کیجئے آپ کی انسانیت پر دھبا لگیگا
وہ کام جن کی آپ کو آپ کے مذہب مقدس نے ہدایت
کی ہے کئی صورتوں میں منقسم ہیں۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں
جن کی جزا آپ کو خدا کے ہاں ملے گی۔ اور گو اس خاص فعل
میں بھی ان توقعات کو بڑا دخل ہے۔ لیکن آپ اس وقت
ان توقعات کو سامنے نہ رکھئے۔ آپ کے سامنے صرف
انسان ہے مسلمان ہے خاندان ہے۔ یہ گنتی کے آدمی مظلوم
ہیں۔ ظالموں نے ان پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی
ان کے گھر تاخت و تاراج کیے۔ اُن کے بچوں کو ماں باپ
کی آنکھوں کے سامنے تہ تیغ کیا۔ اُن کی عورتوں کی ورثا کے
روبرو عصمت دری کی۔ مساجد ویران کیں۔ خانقاہیں تباہ کیں
اور جہاں خدا کے مقدس نام کا ڈنکا بجتا تھا وہاں گدھے کے
ہل پھروا دیئے۔ اُن لوگوں کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے پاک
مذہب کی حمایت کر رہے تھے کیا یہ مظلوم مسلمان جن پر یہ کچھ
مصیبتیں ٹوٹ گئیں ہماری ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں؟ کس قدر
شرم کی بات ہے کہ ہم یہاں روزانہ اپنے بچوں کو سینہ سے
چمٹائیں۔ اپنے گھروں میں روزانہ اطمینان سے بیٹھیں۔ اور
ہمارے بچے گلی کوچوں میں پھرتے ہیں گھروں سے آزادی سے
اطمینان سے۔ غرض زندگی کی ہر نعمت سے محظوظ ہم ہو کر اس
طرح زندگی بسر کر رہے ہیں کہ [illegible]
انکو سینے کے واسطے [illegible]

پیاسے آوارہ وطن مارے مارے پھریں۔ مجھے تعجب ہے کہ کسطرح
ہمارے حلق سے روٹی اترتی ہے اور ہم کیسے پانی پیتے اور
دنیا کا لطف اٹھاتے ہیں۔ یہ سنکر بھی کہ ہمارے بھائیوں پر
یہ کچھ گذر رہی ہے۔ کیا ہمارے پہلو میں دل ہیں ہرگز نہیں پتھر
ہیں۔ کیا ہم انسان کہلائے جا سکتے ہیں یقیناً نہیں ہم جانور
ہیں۔ کیا ہم مسلمان ہوسکتے ہیں؟ قطعاً نہیں ہم کافر ہیں کہ ہمارے
دل نہیں پسیجتے ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ ہم پروا نہیں کرتے۔ اگر تم
لوگ زیادہ نہیں کھانا کھاتے وقت اُن چھ روٹیوں میں سے
جو تمہارے سامنے تمہاری ملکیت ہوں آدھی روٹی ان مظلوموں
کیلئے نکالدو۔ جو کئی کئی وقت کے فاقے سے پڑے ہوئے ہیں
تو اس طرح بھی ایک وقت میں ہزاروں روپیہ ان حاجتمندوں
تک پہنچ سکتا ہے۔ تم کو تعجب ہوگا۔ کہ روٹیوں میں سے آدھی
روٹی کیونکر نکال سکتے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ تم آدھی روٹی
لئے پھرو۔ اور وہاں تک کوئی پہنچانے والا نہ ہو۔ میرا مقصد
یہ ہے کہ جو کچھ تم نے اُن روٹیوں پر صرف کیا اُسکا بارھواں
حصہ نقد کی صورت میں ان تک پہنچادو۔

سمرنا کی امداد تمہارے سامنے آج ہے کل دوسری
ہوگی پرسوں تیسری۔ کبھی کسی کی کبھی کسی کی۔ کیونکہ مسلمانوں کی
حالت روز بروز ابتر ہورہی ہے۔ اُنکا صفحۂ دنیا پہ زندہ رہنا
اب خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ ظاہری آثار امیدافزا نہیں
اس لئے ہم جب تک زندہ ہیں ہم کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے

کہ ان ہاتھوں پاؤں کی بدولت جو ایک روز بیکار ہونے والے ہیں۔ جو کچھ ہم آج پیدا کر رہے ہیں۔ اس میں ایک حصہ مسلمانوں کا نہیں تو اسلام کا اور اسلام کا نہیں تو مسلمانوں کا غرض غرض ہماری انسانیت ہماری تہذیب ہمارا اسلام جو کچھ بھی ہے یہ ہے کہ ہم مسلمانوں تک پہنچائیں جو کچھ پہنچا سکتے ہیں۔ جو اسلام کی حمایت میں سمرنا کی سرزمین پر یا یورپ کی حدود پر اپنے خون کی ندیاں بہا رہے ہیں مجھے صرف ایک بات اور کہنی ہے۔ اور مجھے امید ہے آپ حضرات کو اگر ناگوار ہو تو معاف فرمائیں گے ہم میں سے وہ افراد جو مسلمان ہونا باعث ننگ سمجھ رہے ہیں اور جنہوں نے اپنے نام بھی کوے کی طرح ہنس سے تبدیل کر لئے ہیں۔ اور جن کی زندگی صرف اس لئے ہے کہ دوسروں کی تقلید پر کمر بستہ ہیں اور اس دھن اور خبط پر اپنی عقل اپنی دولت اپنا مذہب سب قربان کر دیں۔ وہ مہربانی فرما کر ادھر متوجہ ہوں۔ اور سوچیں کہ کیا اس سے زیادہ غلطی اس سے بڑھ کر عقلمندی اور اس سے افضل انسانیت کچھ اور ہو سکتی ہے کہ آج ایک چیز کو وہ نہایت حقارت سے دیکھ رہے ہیں کیڑے ڈال رہے ہیں۔ لغو سمجھ رہے ہیں۔ لیکن کل اس کو سراہ رہے ہیں تعریفیں کر رہے ہیں۔ اور مداح ہیں۔ میں اپنے دعوے کو صاف کروں تاکہ معمہ نہ رہے۔ کیوں حضرات کیا آپ صاحبوں کو یاد نہیں کہ آج سے پچیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ قبل ہی شاید نصف صدی کہوں تو درست ہو گا۔ ایک بڑے

بائجامے تعلیم یافتہ حضرات کی نگاہ میں اس لئے کہ لکھنؤ کا نوابی
فیشن تھا۔ یا نوابی بھی نہ سہی ایک ایسے شہر کا لباس تھا
جس کی شان و شوکت مٹ چکی تھی مضحکہ انگیز سمجھا جارہا تھا
اور اگر کوئی شخص استعمال کرتا تھا تو اُس کی ہنسی اُڑتی تھی
مگر جب محققین و دانایان ہند نے "پتلون" کی ڈھیلی موری
اور اُس پاجامہ کے پائنچے میں مشابہت نکال لی تو اُس کا
عام رواج ہوگیا۔ اور آڑے پاجامے جس میں پنڈلیاں
پھنستی تھیں ایسے ذلیل ہوئے کہ پہننے والوں کی ہنسیاں
اُڑنے لگیں۔ اور یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ اوباش عیاش
آدمیوں کا پہناوا ہے۔ وقت نے اُس کی تحقیقات شروع
کی اور پتہ لگایا کہ اس میں "برجس" کی مشابہت موجود ہے۔
لیجئے ہندوستان کا عام رنگ وہی ہوگیا جسکو دیکھو "برجس"
اُڑائے ہوئے ہے۔ وہ اعتراض اور قہقہے سب ختم ہوگئے
اُس وقت شاید آپ صاحبوں کو یاد ہوگا "جانگیہ" کسقدر معیوب
اور مذموم چیز تھی۔ مجھے جہانتک یاد ہے سقہ دھوبی بھنگی
کہار وغیرہ اسکا استعمال کرتے تھے۔ شرفا میں اگر کہیں اسکا
دستور تھا تو اس طرح کہ گھر میں چپکے سے پہن لیا۔ یا بچوں کو
پہنا دیا۔ لیکن وہی دانایان ہند جب اپنی تحقیقات کے ذریعے
سے "نیکر" کے وجود پر پہنچے اور انکو معلوم ہوا کہ "جانگیہ" جسد شاہی پر بھی
جگہ پا سکتا ہے۔ تو اس سے بہتر لباس ہی کوئی نہ رہا۔ اور آج
چاروں طرف اس کا تماشہ دیکھ رہے ہو۔ کیا آپ کو ہندوستان

کی تہذیب کا علم نہیں ۔ کیا آپ کے ہاں وہ لوگ نہیں تھے جو پنڈلیوں کا کھل جانا بھی معیوب سمجھتے تھے ۔ کیا آپ وہی نہیں ہیں کہ گھروں میں بھی بیکار رہنا آپ کی شریف طبیعتوں نے کبھی گوارا نہیں کیا؟ وہی آج آپ ہیں کہ ہر طرف اور ٹانگے کھولے اینٹھتے پھرتے ہیں ۔ میں اُن حضرات سے اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان کو اسلام کی کچھ لاج باقی ہے اور اُن کو بھی کسی روز اِس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے اعمال دنیا میں چھوڑنے ہیں تو وہ غور کریں کہ اُن کے بھائی جو اس مصیبت اور آفت کا استقلال سے مقابلہ کر رہے ہیں ہمدردی کے مستحق ہیں؟ اگر ہیں تو آج کونسی طاقت ہے جو آپ کا ہاتھ روک رہی ہے اُٹھئے بسم اللہ کیجئے اور اپنی نیک کمائی میں سے مظلوم مردوں معصوم بچوں اور رانڈ بہنوں کو دیجئے ۔ اُن کی دعائیں لیجئے اور اپنے انسانیت کے فرض سے سبکدوش ہو جیئے ۔

میری التجا صرف انہیں لوگوں پر ختم نہیں ہوتی جو اس وقت یہاں موجود ہیں ۔ بلکہ ہر اُس شخص سے جو مسلمان ہے اور ہر اُس شخص سے جو اس تقریر کو سُن رہا ہے ۔ درخواست کرتا ہوں کہ یہ التجا ہر اُس انسان کی خدمت میں پہنچا دیں جو مسلمان ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ یہ مخلص صدا بیکار نہ جائیگی ۔ مسلمان اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور سمجھ لیں کہ یہ مسلمانوں کی نہیں اسلام کی خدمت ہے "

اِس تقریر کے پڑھنے سے قمر کی تمام خوشیاں افسردگی سے بدل گئیں اُس کی آنکھ

سے آنسو جاری ہوگئے۔ اُسنے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر پرچہ شمس کو دیا۔ اور مُنہ پر ہاتھ رکھکر رونے لگی دو یا تین منٹ تک قمر اپنا مُنہ چھپائے رہی۔ اِسی عرصہ میں شمس اخبار ختم کر چکی تھی۔ قمر نے ہاتھ اُٹھایا تو شمس مسکراتی تھی ایک قہقہہ مارا اور کہنے لگی۔ یہ سب چندہ جمع کرنے کے ڈھکوسلے ہیں۔ ہم جیسے جاہل ان باتوں سے متاثر ہوکر جو کچھ پاس ہوتا ہے حوالے کر دیتے ہیں۔

قمر۔ کیا تمپر اسکا کچھ اثر نہیں؟

شمس۔ مطلق نہیں۔

قمر۔ کیوں؟

شمس۔ اِس لئے کہ میں جاہل نہیں ہوں۔

قمر۔ کیا پڑھے لکھے ہمدردی سے محروم ہوتے ہیں؟

شمس۔ یہ ہمدردی نہیں ہے۔

قمر۔ تو پھر کیا ہے؟

شمس۔ حمایت۔

قمر۔ کیا ہمدردی حمایت ہے؟

شمس۔ میں تو کہہ ہی ہوں ہمدردی ہی نہیں۔

قمر۔ تو پھر واقعات غلط ہیں؟

شمس۔ ممکن ہے کہ غلط ہوں۔

قمر۔ ممکن ہے صحیح بھی ہوں۔

شمس۔ ہاں یہ بھی ممکن ہے۔

قمر۔ تو صحت کی حالت میں بھی ہمدردی ضروری نہیں؟

شمس۔ نہیں۔

قمر۔ کیوں؟
شمس۔ اِس لئے کہ تکلیف کی وجہ غلطی ہے۔
قمر۔ وہ کیونکر؟
شمس۔ مسلمانوں نے غلطی کی کہ یونانیوں کا مقابلہ کیا۔
قمر۔ پھر کیا کرتے؟
شمس۔ فرمانبرداری۔
قمر۔ ممکن ہے اُن کی کوشش یہی ہو۔
شمس۔ ناممکن۔
قمر۔ یہ کس طرح؟
شمس۔ فرمانبرداری فاتح کا مقصد ہوتا ہے۔
قمر۔ اور لالچ؟
شمس۔ بے شک شامل ہوتا ہے۔ مگر فرمانبرداری کے بعد ظلم نہیں ہو سکتا تم بیوقوف ہو جاہل ہو۔ یونانی وحشی نہیں ہیں۔ اگر مسلمان فرمانبرداری کرتے تو وہ اُنکے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے۔
قمر۔ تم نہایت سخت گفتگو کر رہی ہو جس سے تکلیف ہوتی ہے۔
شمس۔ تکلیف اس لئے ہوتی ہے کہ تم جاہل ہو۔
قمر۔ تم اِس میں کچھ چندہ دو گی؟
شمس۔ جو کچھ تم دینا چاہتی ہو وہ بھی نہ جانے دوں گی۔
قمر۔ میری ملکیت پر تم کو کیا اختیار ہے؟
شمس۔ اِسلئے کہ تم بیوقوف ہو۔
قمر۔ مجھے اِس بیوقوفی پر فخر ہے۔

شمس - ہر بیوقوف یہی سمجھتا ہے۔

قمر - یہ بیوقوفی خدا مجھے عمر بھر دے۔

شمس - خدا دشمن کو بھی نہ دے

قمر - آپا جان آپ کو کیا ہو گیا؟

شمس - کچھ نہیں تمہاری طرح بیوقوف نہیں ہوں - جب یونانیوں کا سمرنا پر قبضہ ہوا۔ مسلمانوں کو مناسب تھا کہ اُنکے سامنے سر تسلیم خم کرتے - تم اخبار پڑھتی رہتی ہو اسلامی سلطنت میں رعیت کی جو کیفیت ہے اُس سے آگاہ ہو۔ کیا اِسکے بعد بھی تم کسی جگہ اسلامی سلطنت کی خواہاں ہو؟

قمر - تو کیا آپ کی رائے کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ بھی غیر مسلم سلطنتوں کے قبضہ میں رہنے مناسب ہیں؟

شمس - اس میں کلام ہی کسکو ہے مسلمانوں سے بہتر حالت میں رہینگے۔

قمر - نعوذ باللہ۔

شمس - کفر کا فتویٰ لگا دیجئے۔

قمر - میں تو ایسی گستاخ نہیں ہوں۔

شمس - آپ لوگوں کے پاس اسکے سوا اور ہے کیا!

قمر - آپ جیسے آدمیوں سے اسلام کو کیا فائدہ (معاف فرمائیے)

شمس - جی آپ ہی فائدہ پہنچائیے۔

قمر - ہم فائدہ کے قابل ہوتے تو اچھا ہی نہ ہوتا۔

قمر کی حالت خراب تھی۔ اس کی آنکھوں میں اب تک آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ شمس کی گفتگو نے اُس کے زخم پر نمک چھڑکا۔ ماں دونوں کی گفتگو سن رہی تھی اور کچھ فیصلہ کرتی یا نہ کرتی کہ شمس نے باپ کو جو گھوڑے پر سا تھ ہی ساتھ چل رہا تھا

آواز دی۔

اویس۔ کیا ہے؟

شمس۔ کچھ عرض کرنا ہے۔

اویس۔ کہو۔

شمس۔ یہاں جگہ ہے تھوڑی دیر کے واسطے اندر آجایئے۔

اویس۔ آگے مقبرہ آتا ہے وہاں ٹھیرینگے۔

شمس۔ ہاں ٹھیک ہے۔

تھوڑی دیر میں مقبرہ آگیا۔ اور یہ سب اُتر کر اندر چلے گئے۔ تو اویس نے کہا ہاں بیٹی شمس کیا کہہ رہی تھیں؟

شمس۔ پہلے آپ یہ تقریر پڑھ لیجئے۔

اویس نے تقریر پڑھی اور ختم کرکے پوچھا "کیا مطلب ہے"؟

شمس۔ بی قمر رو رہی ہیں۔

اویس۔ اچھا پھر..... اور تم؟

شمس۔ میں ہنس رہی ہوں۔ کیونکہ جب وہ مولوی آئے ہیں جنہوں نے وعظ کہہ کر مسجد کا چندہ لیا تھا تو آپنے فرمایا تھا یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔

اویس۔ کیا بیٹی قمر تم کیا کہتی ہو؟

اُسوقت خود اویس کے چہرہ پر خفیف سی مسکراہٹ تھی جس نے قمر کو یقین دلا دیا کہ باپ بھی شمس کے خیال سے متفق ہے۔ اور مجھ پر مفت میں لتاڑ پڑی۔ طبیعت سنبھالی اور باپ سے کہا۔

قمر۔ میری طبیعت پر واقعی اِس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ میری رائے میں یہ ڈھکوسلا نہیں ہے۔ میں روزانہ اخبار پڑھ رہی ہوں اور اس کار خیر میں شریک

ہونا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔

شمس۔ اپنا زیور دینا چاہتی ہو؟

قمر۔ زیور میری ملکیت ہوتا تو میں قطعی دیدیتی۔

شمس۔ تمہارا نہیں تو کس کا ہے؟

قمر۔ میرے نام کا ہے مگر میرا نہیں ہے۔

شمس۔ پھر تمہارے پاس کیوں ہے؟

قمر۔ والدین کی امانت۔

شمس۔ پھر تمہاری ملکیت کیا ہے؟

قمر۔ دس روپیہ جو پرسوں جیب خرچ کو مجھے ملے ہیں۔

شمس۔ بس وہ تو بھیجدو۔

قمر۔ اُس کے بھیجنے میں کیا کلام ہے۔

شمس۔ اور جو ابا جان ناخوش ہوں؟

قمر۔ میں اُنکے حکم کے خلاف نہ بھیجوں گی۔

شمس۔ مگر اُس حکم کی تعمیل میں تکلیف ہوگی۔

قمر۔ بیشک ہوگی اور بہت ہوگی۔

شمس۔ ابا جان آپنے جو اُس روز ڈھکوسلا فرمایا تھا تو اماں جان نے بھی سُنا تھا۔ اور اُن سے بھی سننے کے بعد یہ اُس دھوکے میں آئیں ایسی بھولی تھیں کہ اگر اُنکا اپنا ہوتا تو زیور تک دینے میں کسر نہ کرتیں۔ ہم نے تو اُس روز سے آپ کا ارشاد گرہ باندھلی۔

اِس وقت قمر کی آنکھ سے پھر آنسو جاری ہوگئے۔ اور اُس نے روتے ہوئے کہا۔

"یہ میری کمزوری ہے تو اس کا ذمہ وار میرا دل ہے جس نے میری حالت
خراب کردی۔ حق یہ ہے کہ میری آج کی سیر ہرگز سیر نہیں۔ ان بہنوں کی تصویر
میرے سامنے ہے۔ جنہوں نے اپنے لال اسلام پر قربان کیئے۔ ڈھکوسلا ہے
تو ہم کو اپنی نیت سے کام ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ سمرنا نہیں پہنچ سکتے کہ ان
زخمیوں کی ناسوروں پر پھایا رکھیں۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہی۔ کہ اپنے
کھانے میں سے ان جاں نثارانِ ملت کو دیں۔ اپنے کپڑوں میں اُن کا حصہ
لگائیں۔ اور اگر اس میں خود ہمارے ہی بھائی ہم کو لوٹیں۔ اور اس رقم کو منزل
مقصود تک نہ پہونچنے دیں تو اُن سے زیادہ سنگدل جفاکار ڈاکو یقیناً کوئی نہ
ہوگا۔ انہوں نے ہم کو دھوکا نہیں دیا۔ بلکہ رانڈوں یتیموں۔ بیکسوں اور محتاجوں
کا کھانا کھا کر اُن کو بھوکا مارا۔ میرا ایمان یہ ہے کہ جسطرح ہماری دی ہوئی کوئی چیز
مردہ کو نہیں پہنچتی بلکہ انشاء رحم و کرم خدا کی طرف سے بندہ پر ہوتا ہے۔ اس پر
رحمت ہوتی ہے۔ اور عذاب کی تکلیف کم کردی جاتی ہے۔ اسی طرح ہماری یہ تدبیر بھی
خالی نہ جائیگی۔ اگر غاصب مسلمان اس کو ہضم کرینگے۔ اور یتیموں کی ملکیت اپنے پیٹ
میں آگ بھرینگے تو وہ خود ذمہ وار ہیں۔ لیکن خدا ہماری خدمت قبول کریگا۔ اور ضرور
کریگا۔ یہی نہیں کہ اسکا ثواب ہم کو آخرت میں ملیگا۔ بلکہ اُن حاجتمندوں کو بھی کسی نہ
کسی صورت میں کسی نہ کسی طریقہ سے ہمارا تحفہ پہنچ جائیگا۔"

ماں دونوں بچیوں کی تقریر غور سے سن رہی تھی اور خاموش تھی جب اُسنے
یہ دیکھا کہ اویس بھی خاموش ہے اور وہ بھی غالباً شمس کے خیال سے متفق ہوگا
سمجھ کر کہ کہیں قمر پر غصہ نہ آجائے کہ یہ سب خرچ کے روپیہ برباد کرتی ہے کہنے
لگی۔

بیٹی قمر یہ تو تم نے سچ کہا کہ تم اپنا روپیہ دینا چاہتی ہو اور تمہارا دل الگ

بیچاروں کی حالت پر کڑھتا ہے۔ بیشک روپیہ تو تمہارا ہے۔ مگر اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اپنے اوپر خرچ کرو۔ خرچ کرنے میں تم کو ہماری اجازت ضرور لینی چاہیے۔
قمر۔ میں چونکہ اپنی ملکیت سمجھ رہی تھی۔ اس لئے یہ لفظ میری زبان سے نکلے۔ اب آپنے فرما دیا میں آپ کی بلا اجازت ہرگز نہ دوں گی۔ لیکن اماں جان آپ یقین کر لیجئے کہ میں اپنی نیت پوری کروں گی۔ سلائی سیونگی پسائی پیسوں گی اور اس طرح جو کچھ میری محنت مزدوری کا جمع ہوگا وہ سب اپنے حاجتمند بھائیوں کی خدمت میں پیش کرونگی
ماں۔ جب تمہارے ابا جان اسکو پسند نہیں کرتے تو تم کیوں ضد کرتی ہو!
قمر۔ مجھے ابا جان کی ناپسندیدگی کا ابھی علم نہیں ہوا۔
شمس۔ اگر ہو جائے؟
قمر۔ اگر ہو جائے تو نہ بھیجوں گی۔
شمس۔ وہ بھی کہہ رہے ہیں اور میں بھی کہہ رہی ہوں اور اماں بھی فرما رہی ہیں کہ یہ ڈھکوسلے ہیں۔
قمر۔ میں نے اُنسے سنا نہ اماں جان سے۔
شمس۔ اگر اب سن لو؟
قمر۔ خاموش ہو جاؤں گی۔
شمس۔ خوشی سے؟
قمر۔ نہیں۔
شمس مجبوری؟
قمر۔ ہاں۔
ماں۔ اب شمس بیگم ہندی کی چندی نکالنے سے کیا حاصل۔
شمس۔ کیوں ہرج کیا ہے؟

ماں - فائدہ کیا؟
شمس - ابا جان کو بھی تو معلوم ہو جائے۔
ماں - معلوم ہو کر کیا ہوگا؟
شمس - کیوں قمر تمہاری رائے ابا جان سے بھی زیادہ ہے؟
قمر - زیادہ اور کم کا سوال تو نہیں۔
شمس - تم اُن کی رائے سے متفق بھی ہو؟
قمر - یہ اختلاف رائے ہے۔
شمس - تو تم اپنی رائے پر عمل کروگی؟
قمر - یہ ضروری نہیں۔
شمس - پھر کیوں الفتوں کو چندہ دیتی ہو۔ تم کو معلوم ہے یہ روپیہ کس محنت سے پیدا ہوا ہے۔ اور تم کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ مفت نہیں آتا۔ اور اس لئے نہیں دیا گیا کہ بدمعاش اس سے مزے اُڑائیں۔
قمر - میں شاید اتنا سمجھتی تو ہوں کہ روپیہ مفت نہیں آتا اور ابا جان کو اس کے پیدا کرنے میں اتنی ہی محنت کرنی پڑتی ہے جتنی ہر مرد کو۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے میں یہ بھی جانتی ہوں کہ مجھ کو روپیہ ضائع نہ کرنا چاہئے۔ لیکن اب تو سر پھر پھر اُسی جگہ آگئیں۔ آپ جسکو اُڑانا اور ضائع کرنا خیال کرتی ہیں میں اُس کو ٹھیک لگتا سمجھتی ہوں۔
شمس - تم نے اس روز "چندہ والے روز" ابا جان کا ارشاد نہیں سنا تھا؟
قمر - میں موجود تھی سنا کیوں نہیں۔
شمس - پھر اُس پر عمل کے واسطے تیار نہیں ہو؟
قمر - اُس موقع پر ابا جان نے جو کچھ فرمایا تھا بالکل صحیح تھا۔

شمس ۔ اور اب غلط ہے ؟

قمر ۔ نہیں میں یہ گستاخی تو نہیں کر سکتی ۔

شمس ۔ صریحًا کہہ تو رہی ہو ۔

قمر ۔ میں یہ نہیں کہہ رہی ۔

شمس ۔ پھر کیا کہہ رہی ہو ؟

مغیرہ ۔ بس جانے دو تم دونوں سیر کو آئی ہو یا خواہ مخواہ لڑنے کو ؟

شمس ۔ میں تو ۔۔۔۔۔۔

اویس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بس دونوں خاموش ہو جاؤ ۔

اویس کا چہرہ جس پر اب تک خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا ۔ اسوقت بگڑ گیا تھا اب قمر کو پورا یقین تھا کہ شمس نے آج ابّا جان سے میری فضیحتی کروائی ۔ اس خیال میں مغیرہ بھی تھی لیکن شمس اپنی کامیابی پر بہت نازاں تھی کہ اویس نے کہا ۔

" قمر تمہاری نیک طبیعت اور پاک جذبے میں بہت ہی خوش ہوا حقیقت یہ ہے کہ سمرنا کے مظلوم مسلمان جنہوں نے محض دین حق کی حمایت میں یہ تمام مصیبتیں جھیلیں ۔ ہماری دلی ہمدردی کے مستحق ہیں ۔ ہم اگر ان کی تکلیف سے متاثر نہ ہوں تو ہم پر خدا اور اس کے فرشتوں کی لعنت ۔ یقینًا لعنت ۔ تمہاری اس وقت جو کچھ کیفیت ہے ۔ ہر مسلمان کی یہی ہونی چاہئے ۔ کیا وہ کمبخت بھی اپنے تئیں مسلمان کہہ سکتا ہے جو اس تقریر کو پڑھے اور ان آوارہ وطن خانماں برباد مسلمانوں کا حال سننے کے بعد بھی نہ پسیجے ۔ میں خدا کو شاہد کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مجھ کو اس مہینہ کیا اس سال میں بھی کسی چیز سے اسقدر مسرت حاصل نہ ہوئی ۔ جو تمہاری اس تقریر سے ۔ یہ کل زیور جو تمہارے پاس موجود ہے ۔ لاریب تمہاری ملکیت ہے ۔ تم اس کو شوق سے مظلومین تک پہنچا دو ۔۔ اور میں تم سے وعدہ کرتا

ہوں کہ اس مہینہ میں اس سے دُگنا تم کو اور بنوا دونگا۔ اس وقت جسقدر قیمت کا
تمہارا زیور ہے اُتنا ہی روپیہ میں اپنے پاس سے دونگا۔ خدا تمہاری عمر
میں برکت دے مظلوموں کی دعا خالی نہیں جاتی۔ اور اس وقت اُن
بے کسوں سے زیادہ مظلوم مشکل سے کوئی ہوگا۔ جنہوں نے صرف اسلام
کو بچانے کے واسطے اپنے بال بچے اپنا گھر بار۔ اپنا عیش و آرام۔ سب
قربان کیا۔ کاش ہم کسی قابل ہوتے۔ اور اس سے زیادہ اُن جاں نثاران ملت
کے کام آتے جو اس گئی گذری حالت میں بھی کہ اسلام قریب رخصت ہو گیا
اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے زندہ کر رہے ہیں۔ افسوس بیٹی شمس تم کو اتنی
عقل بھی نہیں کہ وہ شخص جس کی میں نے مخالفت کی تمہارے واسطے ایک سبق
ہو گیا۔ اور میرے الفاظ کی آڑ میں اس نیک خدمت کو بھی تم نے مطعون کر دیا
کیا اسلام کی محبت تمہارے دل میں مطلق نہیں ہے؟ کیا ہمدردی کا مادہ تمہارے
دل سے مفقود ہو گیا؟ وہ ایک دوسری حالت تھی جس کا آجکل ہندوستان میں زور
ہے۔ میں نے اُسکو بُرا کہا اور اُس چندہ میں شریک ہونا مناسب نہ سمجھا۔
لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں ایسے اہم کام میں بھی چندہ سے انکار کروں
تمہاری بابت میری جو کچھ رائے ہے وہ تمہاری اماں اچھی طرح جانتی ہیں۔ مگر آج میں
تمہاری گفتگو سنکر دنگ رہ گیا۔ تم کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے! اور صرف
یہی خود غرضی لا مذہبی تمہارے کام آئیگی۔!! ایسی سخت مخالفت کے بعد جو تم
نے مظلومین سمرنا کی ظاہر کی کیا تم مسلمان اور انسان ہونیکا دعویٰ کر سکتی ہو؟۔
جس دل میں درد نہیں، جو مظلوم کی تکلیف سے متاثر نہیں ہوتا۔ وہ دل نہیں پتھر
ہے۔ خدا ایسے دل کو مردہ کر دے تو بہتر ہے۔ اس تقریر کو سننے کے بعد میں
سچ کہتا ہوں مسرت کے تمام جذبات جو اس تفریح سے متعلق تھے میرے

دل سے محو ہو گئے۔ اور میں اس وقت گاڑیاں صرف اِس لیئے لوٹا کر گھر چلتا ہوں۔ کہ آج جو کچھ ہم سے ممکن ہو اپنے بھائیوں اپنی بہنوں اور اپنے بچوں کی خدمت میں پہنچا ویں"۔

اتنا کہہ کر اویس نے گاڑیوں کے واپس کرنیکا حکم دیا۔ شمس اور معیزہ دونوں اویس کا مُنہ تکنے لگیں۔ مگر جب دیکھا کہ خود اُس کی آنکھ سے بھی قمر کی طرح زار قطار آنسو کی لڑیاں بہ رہی ہیں۔ تو ایک حرف زبان سے نہ نکال سکیں قمر نے اپنا زیور خوش خوش نکالا اور اویس نے اِس زیور کا دو ہزار روپیہ لیکر دو ہزار اپنے پاس سے ملائے اور سمرنا فنڈ بھیجدیا۔

(۱۱)

عزیز بہن شمس۔ آج میرے بھائی جان کے امتحان ایل ایل بی کی کامیابی میں مولود شریف ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ بھی تشریف لاکر میری عزت افزائی کریں۔ اور شام کا کھانا میرے ساتھ تناول کریں۔ براہ کرم سات بجے تک یہاں پہنچ جایئے۔

عاجزہ

زہرہ

یہ ایک ہی مضمون کے دو رقعے تھے۔ جو شمس اور قمر کے پاس اُن کی سہیلی زہرہ کے آئے۔ کہ وہ خود مولود شریف اور شام کے کھانے میں شریک ہوں شمس نے جواب میں رقعہ پر لکھدیا "بسر و چشم"

قمر نے علیحدہ یہ پرچہ لکھا۔

عزیزہ زہرہ بیگم۔ اِس مژدہ سے جو مسرت حاصل ہوئی

ہے اُنکا اظہار ضروری نہیں ۔ خداوندکریم آپ کو ایسی ہی خوشیاں عطا فرماتا رہے ۔ میں ضرور حاضر ہونے کی کوشش کروں گی ۔ اوّل تو آپ کی خوشی میں شرکت اور پھر حضور اکرم کا ذکر خیر ۔ مگر برسات کی وجہ سے آجکل غیر معمولی وقت ہو رہی ہے ۔ اگر وقت پر مینہ برس گیا تو ممکن ہے کہ میں شرکت سے مجبور ہو جاؤں ۔ تاہم جہانتک میرے امکان میں ہے حاضر ہونے کی کوشش کروں گی ۔

رقعہ صبح کو آئے تھے ۔ چھ بجے شام کو جو روانگی کا وقت تھا مینہ برسنا شروع ہوا اور اس شدت کا کہ پناہ بخدا ۔ مینہ جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا اتنی ہی شمس خوش اور قمر رنجیدہ ہو رہی تھی ۔ بالآخر قمر نے کہہ ہی دیا "آپ اسقدر خوش کیوں ہیں !"

شمس ۔ جانے سے بچے ۔

قمر ۔ آپنے بارش کا عذر کر دیا تھا ؟ ۔

شمس ۔ کیا تو نہیں مگر کیا وہ نہیں سمجھ سکتیں ؟

قمر ۔ پھر آپنے کیا لکھا ؟

شمس ۔ میں نے صرف لکھدیا " بسر و چشم " ۔

قمر ۔ اب آپ کا ارادہ جانیکا نہیں ہے ؟

شمس ۔ خوب یہ جانیکا موقع ہے !

قمر ۔ وہ انتظار کرینگی ۔

شمس ۔ کیا دیوانی ہیں ۔

قمر ۔ دیوانگی کیسی ؟

شمس ۔ اس مینہ میں کون جا سکتا ہے ۔ تم جاؤگی ؟

قمر ۔ کوشش کروں گی میں نے بڑی بی کو بھیجا ہے کہ ڈولی لے آؤ ۔ امّاں جان سے بھی اجازت لے لی ۔

شمس ۔ خیر بی کمال کیا ، شاباش تم جاتی کو ۔ اور آفرین اُن بھیجتی کو ۔

قمر ۔ اس شاباش اور آفرین کی کیا بات ہے ؟

شمس ۔ یہ جانے کا موقع ہے ؟

قمر ۔ اُنکو تو اس سے بحث نہیں اُنھوں نے طیاریاں کی ہونگی ۔ ہم نے مشروط وعدہ نہیں کیا حتمی کیا ہے ۔ پھر ہمارے نہ جانے سے اُن کو کسقدر مایوسی ہوگی ۔

شمس ۔ تم نے کیا وعدہ کیا تھا ؟

قمر ۔ مینے تو اُنکو برسات کا عذر کر دیا تھا ۔ مگر یہ لکھدیا تھا کہ حتی الوسع آؤنگی ۔ اب اس کا ایفا ضروری ہے ۔

شمس ۔ وہاں پریشانی کے سوا ہوگا کیا ؟

قمر ۔ پریشانی کاہیکی ؟

شمس ۔ مولود شریف میں چپقلش کے سوا اور کیا ہوتا ہے ؟

قمر واہ کیا بات کہہ رہی ہو ۔ بہر حال میں وعدہ پورا کروں گی ۔

شمس ۔ جاؤ بسم اللہ کرو ۔ لو ڈولی آگئی ۔

قمر اسوقت تو ماں سے پوچھ ڈولی میں بیٹھ سیدھی زہرہ کے ہاں پہنچی مگر رات کو جسوقت واپس آئی تو باپ نے پوچھا کیوں بیٹی کتی ایک لڑکیاں شریک تھیں

قمر ۔ کیا عرض کروں میں تو شاید کہہ سکتی ہوں کہ ایک میں ہی بیوقوف تھی ۔ باہر کی آنے والی لڑکیوں میں سے ایک بھی نہ تھی ۔ صرف گھر ہی گھر کی پانچ سات لڑکی بالیاں تھیں ۔ زہرہ کو اسقدر مایوسی ہوئی کہ خدا کی پناہ ۔ اُنھوں نے کھانے کا انتظام

نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا تھا۔ لکھنؤ سے باورچی بلائے تھے۔ اور چھ ہی بجے تمام کھانا طیار ہوگیا تھا۔

اویس۔ مولود شریف بھی ہوا یا نہیں؟

قمر۔ جی نہیں۔

اویس کیوں؟

قمر۔ ہوتا کیا کوئی سننے والا ہی نہ تھا۔ گھر کی جو عورتیں تھیں وہ اپنے اپنے جھگڑوں میں ایسی گرفتار تھیں کہ دم بھر کو بیٹھنا مشکل تھا مجبور ملتوی کرنا پڑا۔

اویس۔ بیچاری کا سخت نقصان ہوا۔

قمر۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان عورتوں کے کام سراسر اصول اسلام کے خلاف ہیں۔ ایفاء وعدہ کی ہمارے ہاں کسقدر تاکید ہے۔ جھوٹ بولنے کی ہم کو کیسی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ مگر ہم میں بہت ہی کم ایسی عورتیں ہیں جو وعدہ پورا کرنا لازمی اور سچ بولنا ضروری خیال کرتی ہوں۔ میں نے جب زہرہ سے دریافت کیا کہ تمہارے رقعوں کے جواب میں سبنے وعدہ کیا یا مشروط اقرار تو زہرہ نے جواب دیا" ایک سو چھ رقعوں میں سے جو بھیجے گئے تھے صرف تم نے مشروط اقرار کیا تھا۔ باقی سب وعدہ ہی تھے۔ اگر مجھکو قبل از وقت معلوم ہوجاتا کہ آنیوالی بہنوں کی تعداد کم ہوگی تو میں کھانا کم پکواتی۔ اور صرف اتنی ہی عورتوں کا انتظام کرتی جن کا آنا یقینی ہوتا۔ علاوہ ازیں میں نے انکو جو تکلیف دی تھی اسکا معاوضہ بھی ان کے واسطے معقول تجویز کردیا تھا کہ وہ حضور اکرم کے حالات سے محظوظ ہوں۔ لیکن افسوس ہم مسلمانوں کی حالت اسقدر ردی ہوگئی کہ ان کو کسی بات کا بھی پاس نہ رہا۔ میں اب اس کے سوا اور کیا کرسکتی ہوں کہ یہ پچاس بچے جو یتیم خانہ کے آئے ہوئے ہیں انکو کھلا کر باقی کسی دوسرے یتیم خانہ میں بھیجدوں

میری رائے میں وعدہ کرنے کے بعد بارش کا عذر یقیناً معقول نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم نے کھانے کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ میں اس کا جواب اسکے سوا اور کیا دے سکتی کہ مجھے واقعی آپ کی تکلیف سے افسوس ہوا۔ خداوند کریم ہماری حالت پر رحم کرے۔

اویس۔ کیا شمس کا بلاوا نہ تھا؟

قمر۔ ....

اویس۔ کیوں شمس تجھکو نہیں بلایا؟

شمس۔ جی بلایا تو تھا مگر مینہ میں ہمت نہ پڑی۔

اویس۔ تم کو بارش کا حال معلوم تھا صبح سے ابر گھر کھڑا ہے۔ وعدہ مشروط کیا تھا یا حتمی؟

شمس۔ میں نے مشروط تو نہیں کیا۔ لیکن اس مینہ میں دیکھ لیجئے۔ اور بھی تو کوئی نہیں آیا۔ ایک البتہ یہ پہنچ گئیں۔

اویس۔ انہوں نے اچھا کیا انکو جانا چاہئے تھا۔ حالانکہ ان کا وعدہ مشروط تھا اگر یہ بھی نہ جاتیں تو شرعاً، خلاقاً ان پر الزام نہ آسکتا تھا۔

قمر۔ مگر میں نے آخر میں یہ بھی تو لکھدیا تھا کہ حتی الوسع ضرور آؤں گی۔ مینہ سے رُک جانا حتی الوسع کہاں رہتا۔

اویس۔ تم نے بہت اچھا کیا تم کو ضرور جانا چاہئے تھا۔

مغیرہ۔ بے شک وعدہ کا پورا کرنا انسانیت کا پہلا فرض ہے۔

(۱۲)

لڑکیوں کی شادی کے متعلق میرے اور تمہارے خیالات میں ہمیشہ سے آسمان زمین کا فرق ہے۔ اور اسی اختلاف کی وجہ سے۔ دو تین موقع ہاتھ سے

نکل گئے۔ خیر اس وقت کا زیادہ افسوس نہیں کیونکہ دونوں میں گنجایش موجود بھی تھی۔ اب وقت نہیں کہ ہم محض اپنے خیالات کی وجہ سے اس اہم معاملہ میں لاپروائی کریں۔ اور کھٹائی میں ڈالکر ٹیلسو نہ کریں۔ تم دیکھ رہے ہو اپنے ہی کنبہ میں لڑکیاں پوری جوان ہو چکیں۔ بلکہ میں یہ بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ عمریں ڈھل رہی ہیں۔ اور بر نہیں جڑتا۔ ان دونوں کی بھی عمریں اگر زیادہ نہیں ہوئیں تو کچھ کم بھی نہیں ہیں۔ یہی دن کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے کے ہیں۔ جب جوانی ہی قید میں بسر ہوئی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی قید ہی ہے۔ کہ سوا معمولی کپڑوں کے نہ انکو کسی لباس کی اجازت ہے۔ نہ کہیں جانے آنے کا حکم۔ تو بڑھاپے میں تو کون کیا کرتا ہے۔ جہانتک میں غور کر رہی ہوں میں یقیناً تو نہیں کہہ سکتی مگر غالباً وہ خود ہماری لاپرواہی اور خموشی کو محسوس کر رہی ہیں۔
ادیب۔ میں نے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی بچیوں کی شادی کی طرف سے لاپروائی نہیں کی۔ میں ہر وقت خود اس فکر میں ہوں کہ کسی طرح یہ ضروری کام جلدی انجام پا جائے۔ لیکن وقت اتنا نازک اور موقعہ ٹیڑھا ہے کہ میں قطعاً مجبور ہوں۔ باوجود ضرورت کے احساس کے میں اس کے واسطے تیار نہیں ہوں کہ اگر کوئی معقول تعلق نظر نہ آئے تو اندھا دھند کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں تمہارا یہ کہنا درست نہیں کہ ہم خاموش رہے۔ یا لاپروائی کی۔ میرے علم میں آجتک کوئی باقاعدہ درخواست نہیں ہوئی۔ صرف تم نے دو دفعہ وہی یاتوں یاتوں میں مجھ سے صوبہ دار کا ذکر کیا۔ میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تم سے کہدیا۔ گو لڑکے بی اے تک پہنچ گئے ہیں مگر اُن کے ہاں کی معاشرت وہی گنواروں کی سی ہے۔ اور صبح ہی اُٹھکر عورتوں کا کام اپنے ہاتھ سے گوبر تھوپنا۔ اور دودھ دوہنا ہے۔ پھر بھی میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر انہوں نے خواہش

ظاہر کی ہے تو تم باقاعدہ رقعہ منگوالو۔ تم نے اسکے بعد پھر مجھ سے ذکر ہی نہیں کیا
اور آج مجھکو اُس کا ذمہ وار قرار دیتی ہو۔ میری رائے میں یہ کام زیادہ تر
عورتوں کے ہیں۔ وہی اسکا زیادہ خیال کرتی ہیں۔ اور انہی کی نگاہ ایسے موقعوں
پر اچھی طرح پہنچ سکتی ہے۔ مردوں کا کام ان معاملات میں رائے دینے اور
فیصلہ کرنے کا ہے کہ آیا تعلق بہتر ہوگا یا ناقص۔ تم نے اسوقت تک کوئی جگہ
تجویز کی ہوتی کوئی رقعہ طلب کیا ہوتو بتادو۔ میں اس تگ و دو میں رہتا ہوں
اور اب بھی میرے ذہن میں لڑکے موجود ہیں۔ مگر جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ نہیں
ہے۔

مغیرہ۔ تم کیا چاہتے ہو؟

اویس۔ میں ہرگز اس بات کا خواہشمند نہیں ہوں کہ ہزاروں روپیہ کا چڑھاوا
دے اور لڑکے کی جائداد لاکھوں روپیہ کی ہو۔ میری رائے میں ایک معقول تعلیم یافتہ
لڑکا جس کے مستقبل کی معقول توقعات ہوں۔ خواہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔ بہت
مناسب ہے۔

مغیرہ۔ جن لڑکوں کو تم کہہ رہے ہو اُن میں کیا نقص ہے؟

اویس۔ ایک تو ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ رڑکی میں انجینیری پڑھ رہا ہے۔ دوسرا
صرف انٹرنس پاس ہے۔ مگر جہاں تک میں نے سنا ہے اُس کے خیالات اچھے نہیں
وہ یہ بھی سوچ رہا ہے کہ ایسی بیوی ملے جس کے ساتھ ہزاروں روپیہ کی
جائیداد ہو۔

مغیرہ۔ یہ تو آجکل سب ہی سوچتے ہیں۔ کون چاہتا ہے کہ خالی خولی لڑکی
سے کرے۔

اویس۔ جو یہ سوچتے ہیں انکو حق نہیں کہ لڑکی ملے۔ ایسا سوچنا پرلے سر کی نالائقی اور

بیہودگی ہے۔ بہرحال تم کہو تمہارے علم میں کوئی بات ہے۔
مغیرہ۔ ہاں اسی لئے میں نے یہ ذکر چھیڑا ہے۔
اویس۔ کہو؟
مغیرہ۔ کل ماموں جان آئے تھے نصیر کی پہلی بیوی سے نہیں بنتی جہانتک امکان تھا کوشش کی کہ دونوں میں سکون ہو جائے۔ اب وہ ناامید ہو گئے اور اُس کا دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ پہلی بیوی موجود ہے۔ اسلئے دس ہزار کی جایداد بہو کے نام لکھنے کے واسطے رضامند ہیں۔
اویس۔ تم نے اس وقت میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ نصیر جیسا ناہنجار لڑکا جسکو حمیت وغیرت مطلق نہیں۔ جس کے آگے تین چار لڑکیاں موجود ہیں۔ جس کی بیوی کے بدن پر ثابت کپڑا تک نہیں۔ جس کے بچوں کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں دنیا مشکل سے کوئی ہوگا۔ کیا ایسے شخص سے جو بہو کی اولاد کے سامنے خود ڈٹ ڈٹ کر کھانا کھائے۔ کیا ایسے انسان سے جو پہلی بیوی کی موجودگی میں خود کوٹ پتلون کے مزے اُڑائے تم کوئی توقع کر سکتی ہو! اول تو تم کو حق کیا ہے کہ ایک بیوی کی موجودگی میں بغیر کسی عذر شرعی کے سوکن دو۔ کیا تم کو یقین ہے کہ اس کی پہلی بیوی اندھی ہے لولی ہے۔ اپاہج ہے۔ بانجھ ہے اور اگر نہیں تو تم جس طرح اسکو جایز سمجھتی ہو کہ ایک بیوی پر اپنی لڑکی دو۔ جو کچھ آج تم دنیا کے ساتھ کر رہی ہو دنیا حق رکھتی ہے اور اس کا دستور یہ ہے بھی کہ وہی تمہارے ساتھ کل کرے اور اُس کا بدلہ تمکو دے۔ کیا تمہاری بیٹی پر جب ایک تیسری سوکن آئے گی۔ یا تمہاری دوسری بیٹی پر ایک سوکن نمودار ہوتی۔ اُسوقت تمہارا یہ مُنہ ہے کہ تم بیٹی دینے والوں سے بات کر سکو۔ میں ایک دو دفعہ نہیں بارہا تم سے یہ بحث کر چکا ہوں۔ اور بتا چکا ہوں کہ کثرت ازدواج کا مسئلہ نہایت

نازک ہے مسلمانوں کو یہ حق ہرگز نہیں کہ مردوں کو اس اجازت سے جو شرع
اسلام نے عطا کی محروم کر دیں۔ اسلئے اُنکو بحیثیت مسلمان ہونے کے اِس
اجازت میں ترمیم یا تنسیخ کا خیال کرنا بھی گناہ ہے۔ ہاں وہ اُس کے نتائج
سے متاثر ہو کر اِس لیے کہ مسلمان خدا کے اِس عطیہ سے ناجایز فائدہ اُٹھا رہے
ہیں۔ اور اپنی نفس پروری کی وجہ سے اِن بیبیوں کو زندہ درگور کر رہے ہیں ایسا
انتظام کر سکتے ہیں کہ اِس کی نوبت بھی نہ آئے۔ اور اس کی سب سے بہتر یہ تدبیر
ہو سکتی ہے کہ ماں نہیں باپ جو مجاز شرعی نکاح کا ہے۔ ایسے موقع پر جب بیٹی
کسی ایسے شخص کے نکاح میں جا رہی ہو جس کی پہلی بیوی موجود ہے واقعات پر اچھی
طرح نظر ڈالے اور دیکھے کہ نکاح کرنے والے کے جو عذر ہیں وہ کس حد تک معقول ہیں
اگر عذر معقول ہیں تو خیر ورنہ لڑکی دینی نہ صرف اپنی لڑکی کو کوئیں میں دھکیلنا ہے
بلکہ ایک دوسری زندگی برباد کرنی ہے۔ مجھے نصیر کے نام پر غصہ آ رہا ہے میرے
اختیار میں ہو تو میں اُس کو اس محلہ سے غارت کروا دوں۔ میں اُس کی صورت
دیکھ کُھنا جاتا ہوں۔ اور جسوقت وہ میرے پاس آکر باتیں کرتا ہے تو
آگ لگ جاتی ہے۔ کپڑا ایسا اعلےٰ جو بڑے بڑے امیروں کو میسر نہیں بوٹ
اتنا قیمتی کہ گویا ہزار روپیہ مہینہ کما رہا ہے۔ مگر گھر میں جا کر دیکھو تو بیوی کے
بدن پر ثابت کرتہ نہیں۔ اور بچی کی ٹانگوں میں ڈھنگ کی ازار نہیں۔ ماموں
جان اپنی قبر میں انگارے بھر رہے ہیں۔ تم سمجھتی ہو کہ وہ نیک پارسا اور
اور ایماندار ہیں۔ ہر وقت تسبیح ہاتھ میں ماتھے پر اتنا بڑا گٹہ۔ تہجد گذار۔ اور
وظیفی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُنسے زیادہ بے ایمان دوسرا نہ ہوگا۔ مجھے افسوس
ہے کہ میری زبان سے ایسا لفظ نکل گیا۔ مگر کیا کروں وہ اِسکے مستوجب
ہیں۔ اُنہوں نے بہو کو لونڈی بنا رکھا ہے۔ وہ بے وارثی ہے کہ باپ اور

ماں دونوں مر چکے ہیں۔ کوئی اتنا نہیں کہ اُس کی حمایت لے۔ دم بھر جاکر
بیٹھو کوئی تذکرہ نہیں۔ بس بہو کے کیڑے ہیں۔ اور ساتھ ہی نابکار بدبخت
بیٹے کی تعریف۔ بہو غریب کی آنکھ سے آنسو کی لڑیاں ہیں کہ بہ رہی ہیں۔ اور
وہ ملعون اپنی تعریفیں سن سن خوش ہو رہا ہے اور ہنس رہا ہے میں تو کئی مرتبہ
گیا تھا۔ جب یہ منظر سامنے آیا جی میں جل رہا تھا کہ وہ مردود کہتا کیا ہے
"ابا جان میں کس قابل ہوں ہاں آپ کا تابعدار ہوں"۔ ایسے نالائق لڑکے کا
پیام دیتے ہوئے اُنکو شرم آنی چاہیئے۔ کیا اُس کی بیوی پڑھی لکھی نہیں؟
سینا پرونا نہیں جانتی؟ کھانا پکانا نہیں آتا؟ بچوں والی نہیں؟ شریف
نہیں؟ فرمانبردار نہیں؟ کیا نہیں؟ بتاؤ اُس میں کیا نقص ہے؟ زیادہ سے
زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ خوبصورت نہیں۔ ہائے کیسے صدمہ کا وقت ہے
کہ مسلمان لڑکے شریف زادیوں پر بدصورتی کا الزام لگائیں جس صورت کیواسطے
ملک میں بازار بھرے پڑے۔ شریف زادیوں کی صورت اُن کے جوہر ہیں کہ
تمول اور افلاس دونوں میں یکساں ہیں۔ کیا تم ایمان سے کہو گی کہ ماموں
جان نے نکاح کے وقت کیسے کیسے وعدے اور کیسے کیسے قول و قرار کیے
تھے۔ تم کو شاید یاد نہ ہو مجھے تو اب تک یاد ہے کہ اُس کی صورت کے متعلق
اِس بدنصیب کی مرنے والی ماں نے صاف کہہ دیا تھا کہ آپ سب صاحبوں کی
دیکھی بھالی لڑکی ہے جسکو شبہ ہو وہ اب دیکھ لے کہ رنگ سانولا ہے
ایسا نہ ہو پھر رشتہ پیدا ہو تو [illegible] مجھ سے کہا نہیں۔ اس وقت کیسی
کیسی ماموں جان نے قسمیں کھائی ہیں۔ اب بڑے میاں تو قبر میں پاؤں لٹکائے
بیٹھے ہیں۔ اور تو سب کچھ کر چکے ایک نامۂ عمل میں اتنی سی کسر اور باقی ہے۔ وہ بھی
پوری کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو اپنے ہاتھ سے لڑکی کو زہر دیدوں۔ کوئیں میں

نازک ہے مسلمانوں کو یہ حق ہرگز نہیں کہ مردوں کو اس اجازت سے جو شرع
اسلام نے عطا کی محروم کر دیں۔ اسلئے اُنکو بحیثیت مسلمان ہونے کے اِس
اجازت میں ترمیم یا تنسیخ کا خیال کرنا بھی گناہ ہے۔ہاں وہ اُس کے نتائج
سے متاثر ہو کر۔ اس لیے کہ مسلمان خدا کے اس عطیہ سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے
ہیں۔ اور اپنی نفس پروری کی وجہ سے ان بیبیوں کو زندہ درگور کر رہے ہیں ایسا
انتظام کر سکتے ہیں کہ اس کی نوبت بھی نہ آئے۔اور اس کی سب سے بہتر یہ تدبیر
ہو سکتی ہے کہ ماں نہیں باپ جو مجاز شرعی نکاح کا ہے۔ ایسے موقع پر جب بیٹی
کسی ایسے شخص کے نکاح میں جا رہی ہو جس کی پہلی بیوی موجود ہے واقعات پر اچھی
طرح نظر ڈالے اور دیکھے کہ نکاح کرنے والے کے جو عذر ہیں وہ کس حد تک معقول ہیں
اگر عذر معقول ہیں تو نصیر ورنہ لڑکی دینی نہ صرف اپنی لڑکی کو کوئیں میں دھکیلنا ہے
بلکہ ایک دوسری زندگی برباد کرنی ہے۔ مجھے نصیر کے نام پر غصہ آ رہا ہے میرے
اختیار میں ہو تو میں اُس کو اس محلہ سے غارت کروا دوں۔ میں اُس کی صورت
دیکھ کر بھنا جاتا ہوں۔ اور جسوقت وہ میرے پاس آکر باتیں کرتا ہے تو
آگ لگ جاتی ہے۔ کپڑا ایسا اعلےٰ جو بڑے بڑے امیروں کو میسّر نہیں بوٹ
اتنا قیمتی کہ گویا ہزار روپیہ مہینہ کما رہا ہے۔ مگر گھر میں جا کر دیکھو تو بیوی کے
بدن پر ثابت کرتہ نہیں۔ اور بچی کی ٹانگوں میں ڈھنگ کی ازار نہیں۔ ماموں
جان اپنی قبر میں انگارے بھر رہے ہیں۔ تم سمجھتی ہو کہ وہ نیک پارسا اور
اور ایماندار ہیں۔ ہر وقت تسبیح ہاتھ میں ماتھے پر اتنا بڑا گٹہ۔ تہجد گذار۔ اور
وظیفی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُنسے زیادہ بے ایمان دوسرا نہ ہوگا۔ مجھے افسوس
ہے کہ میری زبان سے ایسا لفظ نکل گیا۔ مگر کیا کروں وہ اِسکے مستوجب
ہیں۔ اُنھوں نے بہو کو لونڈی بنا رکھا ہے۔ وہ بے وارثی ہے کہ باپ اور

ماں دونوں مر چکے ہیں۔ کوئی اتنا نہیں کہ اُس کی حمایت لے۔ وہم بھر پاکر
بیٹھو کوئی تذکرہ نہیں۔ بس بہو کے کیڑے ہیں۔ اور ساتھ ہی ناہنجار بدبخت
بیٹے کی تعریف۔ بہو غریب کی آنکھ سے آنسو کی لڑیاں ہیں کہ بہہ رہی ہیں۔ اور
وہ ملعون اپنی تعریفیں سن سن خوش ہو رہا ہے اور ہنس رہا ہے میں تو پچھلی مرتبہ
گیا تھا۔ جب یہ منظر سامنے آیا جی میں چل رہا تھا کہ وہ مردود کہتا کیا ہے
"ابا جان میں کس قابل ہوں ہاں آپ کا تابعدار ہوں۔ ایسے نالائق لڑکے کا
پیام دیتے ہوئے اُنکو شرم آنی چاہیئے۔ کیا اُس کی بیوی پڑھی لکھی نہیں؟
سینا پرونا نہیں جانتی؟ کھانا پکانا نہیں آتا؟ بچوں والی نہیں؟ شریف
نہیں؟ فرمانبردار نہیں؟ کیا نہیں؟ بتاؤ اُس میں کیا نقص ہے؟ زیادہ سے
زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ خوبصورت نہیں۔ ہائے کیسے صدمہ کا وقت ہے
کہ مسلمان لڑکے شریف زادیوں پر بدصورتی کا الزام لگائیں حسن صورت کیواسطے
ملک میں بازار بھرے پڑے۔ شریف زادیوں کی صورت اُن کے جوہر ہیں کہ
تمول اور افلاس دونوں میں یکساں ہیں۔ کیا تم ایمان سے کہو گے کہ ماموں
جان نے نکاح کے وقت کیسے کیسے وعدے اور کیسے کیسے قول و قرار کیئے
تھے۔ تم کو شاید یاد نہ ہو مجھے تو اب تک یاد ہے کہ اُس کی صورت کے متعلق
اِس بدنصیب کی مرنے والی ماں نے صاف کہہ دیا تھا کہ آپ سب صاحبوں کی
دیکھی بھالی لڑکی ہے بیشک شبہ ہو تو اب دیکھ لے کہ رنگ سانولا ہے
ایسا نہ ہو پھر رشتہ پیدا ہو۔ اور کہا جاوے ہم سے کہا نہیں۔ اُس وقت کیسی
کیسی ماموں جان نے قسمیں کھائی تھیں۔ اب بڑے میاں قبر میں پاؤں لٹکائے
بیٹھے ہیں۔ اور تو سب کچھ کر چکے ایک نامکمل میں اتنی سی کسر اور باقی ہے۔ وہ بھی
پوری کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو اپنے ہاتھ سے لڑکی کو زہر دیدوں۔ کوئیں میں

پھینکدوں ۔ گلا گھونٹ دوں اور اس مردود کا نام نہ لوں ۔ تم نے میرے سامنے ذکر کر کے مجھے تکلیف دی ۔ تم کو اُس کے بچوں پر رحم نہ آیا ۔ اُس کی مظلوم بیوی پر ترس نہیں آیا ۔ غضب خدا کا بدنصیب سارے گھر کا کھانا پکائے اور اُس کو اپنے تئیں وہی بارہ روپیہ مہینہ اور چار دم ۔ بلکہ پانچ چار لڑکیاں ایک خوب کا پکا پکلے پھر اپنا پکائے ۔ مجھکو اچھی طرح معلوم ہے ۔ اِن ہی بارہ روپوں میں کپڑا لتہ کھانا پکانا ۔ اپنا اور بچوں کا تمام کام ہے ۔ تم ہی ایمان سے کہو آجکل بارہ روپیہ سے زیادہ ایک ماما پر صرف ہوتے ہیں ۔ تمہاری اپنی ماماؤں پر تمہارا بیان ہے پندرہ روپیہ صرف ہو رہا ہے ۔ اگر ماموں جان ماما ہی رکھیں تو پندرہ روپیہ صرف ہوں ۔ پھر مجال نہیں عید کو بقر عید کو تیج کو تہوار کو ایک پیسہ تو بڑھتی مل جائے گھر کمین کو بھی عیدی مل جاتی ہے ۔ وہ بدنصیب اس سے بھی محروم ہے ۔ میں تو کہتا ہوں اُس سے زیادہ بدنصیب دنیا میں کوئی نہ ہوگا ۔

مغیرہ ۔ ایک بات اور ہے ۔

اویس ۔ وہ کونسی ؟

مغیرہ ۔ جمیل کا چھوٹا بھائی ۔

اویس ۔ ہاں سمجھ گیا ۔

مغیرہ ۔ کیا رائے ہے ؟

اویس ۔ وہ بھی ٹھیک نہیں ہے ۔

مغیرہ ۔ کیوں ؟

اویس ۔ تین مرتبہ انٹرنس میں گیا تینوں مرتبہ فیل ۔

مغیرہ ۔ پھر ؟

اویس ۔ پھر کیا ؟

مغیرہ - جائداد تو ہے ۔

اویس - جائداد سے نکاح کر رہی ہو!

مغیرہ - جائداد سے تو کوئی نہیں کرتا۔

اویس ۔ لڑکا اپنی ذات سے کچھ نہیں۔

مغیرہ - آخر کیا کرنا چاہئے؟

اویس - صبر۔

مغیرہ - کب تک؟

اویس - جب تک ہو سکے ۔

مغیرہ - اب نہیں ہوتا۔

اویس - پھر کیا کرنا چاہئے؟

مغیرہ - یہ تو میں بھی دریافت کرتی ہوں ۔

اویس - انتظار کرو جب تک اللہ کوئی صورت پیدا کرے۔

مغیرہ - میں اس عقیدہ کی آدمی نہیں ہوں ۔

اویس - پھر کیا کرنا چاہئے؟

مغیرہ - اگر حسب دلخواہ میسّر آئے تو خیر ورنہ جوسلے ۔

اویس - لاحول ولا قوۃ ۔

مغیرہ - کیوں؟

اویس - تمہارا خیال لغو ہے کیا تم اولاد کی دشمن ہو کہ جو ملے ۔

مغیرہ - جو ملے کا مطلب نہیں سمجھے؟

اویس نہیں ۔

مغیرہ - بہتر سے بہتر جو میسّر آسکے ۔

اویس ۔ وہ کون ہے ۔

مغیرہ ۔ یہی جمال ۔

اویس ۔ میں تو پسند نہیں کرتا

مغیرہ ۔ اس سے بہتر بتاؤ ۔

اویس ۔ کوئی نہیں ۔

مغیرہ ۔ تو اس ہی میں سے انتخاب کرو ۔

اویس ۔ پر وں میں اچھا ہونا کیونکر ممکن ہے ۔

مغیرہ ۔ یہ تقدیر پر چھوڑ دو ۔

اویس ۔ مگر کیونکر ؟

مغیرہ ۔ اس لئے کہ حد ہو چکی ۔

اویس ۔ کیا ہو چکی ؟

مغیرہ ۔ یہی عمر ہے اس کے بعد کچھ نہیں ۔

اویس ۔ ابھی میری رائے میں گنجائش ہے

مغیرہ ۔ نہیں اب نہیں ہے ۔

اویس ۔ پھر ؟

مغیرہ ۔ بڑی کا تو کم از کم فکر کرو ۔

اویس ۔ دونوں کا ساتھ کیوں نہیں ؟

مغیرہ ۔ اسلئے کہ ایک ہی کے لائے ہیں ۔

اویس تو بتاؤ کہاں ؟

مغیرہ ۔ ایک دفعہ تو کہہ چکی اور کیونکر کہوں ۔

اویس ۔ وہی جمال ؟

مغیرہ۔ ہاں

اویس۔ وہ تو کچھ نہیں۔

مغیرہ۔ اُس سے بہتر اور موجود نہیں۔

اویس۔ اگر اب تمہاری رائے میں انتظار نہ کرنا چاہئے اور جس طرح بھی ہو یہ کام کرنا ضروری ہے۔ اور مطلق گنجایش نہیں تو بسم اللہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن یہ تمہاری ذمہ واری ہے۔ کہ اب انتظار کی قطعاً گنجایش نہیں۔ تم جانتی ہو جمال صاحب جائداد تو ضرور ہے۔ مگر اُس کے خیالات بلند نہیں۔ اگر میرا تجربہ غلط نہیں تو اُس کے مزاج میں چھچھورپن ہے۔ اور میں نے اُسکو سال ڈیڑھ سال سے دیکھا بھی نہیں۔ اگر اس عرصہ میں اُس کی حالت میں کوئی تغیر ہوگیا تو مجھے خبر نہیں تم کو چونکہ اُس زمانہ کے حالات معلوم ہیں وہ تمہارا عزیز ہے تم میرے مقابلہ میں اُس سے زیادہ باخبر ہو۔

مغیرہ۔ ہاں پچھلے مہینہ جب میں بڑی اماں کے ہاں گئی ہوں تو اُس کو دیکھا تھا اب تو بہت انسان ہوگیا ہے۔ فقط اتنی بات ہے کہ اُس کے خیالات وہی پرانے ہیں پر وہ کا زیادہ پابند معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اُس سے باتیں بھی کیں۔ اُس کے خیالات دقیانوسی ہیں۔ مگر غریب فرمانبردار اور نیک معلوم ہوتا ہے۔ میں نے تو یہ سوچا ہے کہ جائداد باپ کی زندگی میں تو بے سود ہے اور جو کچھ کرایہ ہے وہ اماں باوا کا۔ اُس کو کیا۔ غریب لڑکا ہے ہمارے ہاں رہ پڑیگا۔

اویس۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ یہ معاملات قیاس پر طے نہیں ہوتے۔ خوب اچھی طرح اطمینان کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو پھر پچتانا پڑے۔

مغیرہ۔ نہیں یہ تو مجھے یقین کامل ہے کہ وہ ہمارے سامنے اوکس نہیں سکتا ہمارے ہاں رہیگا۔ البتہ ایک بات کا مجھے خیال ہے۔

اویس۔ وہ کیا؟

مغیرہ۔ ذرا خاموشس ہے کہیں گھٹتا نہ ہو۔

اویس ۔ اس کا تم خود ہی اطمینان کرو

مغیرہ ۔ نہیں گھٹتا کیا ہوگا میرا وہم ہی وہم ہے ۔

اویس ۔ تم سے درخواست کس نے کی ؟

مغیرہ ۔ اُس کی ماں نے اور بڑی بہن نے

اویس ۔ میں تو اپنی رائے دے چکا ۔ اور میری رائے میں صرف اس حالت میں جس کی ذمہ وار تم ہو کہ اب تاخیر کی گنجایش نہیں ۔ تم نکاح کر سکتی ہو ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ بس تو بسم اللہ کرو ۔

مغیرہ ۔ آج اُسکے ہاں سے عورت آئی تھی ۔ میں وہاں سے آکر تم سے ذکر کرنا بھول گئی ۔ آج میں نے کہا ہے کہ پرسوں آنا ۔

اویس ۔ پرسوں معاملہ طے کرلو ۔

مغیرہ ۔ اقرار نامہ وغیرہ بتا دو ۔

اویس ۔ شریف مسلمانوں میں اقرار نامہ فضول چیز ہے جو لوگ اپنی زبان کا پاس نہیں کرتے وہ تحریر کا کیا کرینگے ۔ جب تم طے کر چکیں تو اب بسم اللہ ۔ ہاں ایک بات اور ہے ۔

مغیرہ ۔ وہ کیا ؟

اویس ۔ مناسب ہوگا کسی نہ کسی طرح تم شمس کا عندیہ بھی معلوم کرلو ۔

مغیرہ ۔ نہیں وہ بچہ ، نادان کیا رائے دیگی ۔

اویس ۔ یہ سب کچھ سہی مگر شرعی احکام پورے کرنے ضروری ہیں ۔ مجھے جہانتک معلوم ہے دونوں ساتھ رہے ہیں ۔ اور ایک دوسرے کو نہ صرف دیکھ چکے ہیں ۔ بلکہ عادات وخصائل سے واقف ہیں ۔

مغیرہ ۔ ذکر تو وہ سن چکی ہے اور اُس کے کان میں بھنک پڑی ہوئی ہے ۔

اویس ۔ یہ دوسری بات ہے تم اُس کی مرضی معلوم کرو ۔

مغیرہ ۔ خیر اُس کی بھی میں ذمہ دار ہوں کہ اُسے انکار نہیں ۔

اویس ۔ دیکھو میں پھر تم کو ایک دفعہ تمہاری ذمہ داری پر اور متوجہ کرتا ہوں اچھی طرح غور کر لو ۔ یہ معمولی باتیں نہیں زندگیوں کے سودے ہیں ۔ میں جمال کو صرف اِس لیے پسند کرتا ہوں کہ تم کہتی ہو اب تاخیر کی مطلق گنجایش نہیں ۔ تم بہرحال کسی خاص وجہ سے اِس نتیجہ پر پہنچی ہو ۔ میری رائے میں اِس مجبوری کے سوا جس پر تم نے مجھکو لا ڈالا باپ کے واسطے ضروری نہیں کہ وہ آنکھ بند کر کے بیوی سے متفق ہو جائے ۔ شمس کی پریشانی کا تمام بار اگر خدانخواستہ ہوئی یاد رکھو تمہارے اوپر ہوگا ۔ اب صرف ایک مسئلہ رہ جاتا ہے ۔ اور وہ جہیز کا ۔

مغیرہ ۔ وہ کیا ؟

اویس ۔ جہیز تم کو صرف وہ دینا چاہیے جو تمہارے ملک کا بنا ہوا ہے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ فقط گاڑھا اور کھدر دو ۔ بلکہ وہ دو جو تمہارے اپنے ہاتھوں کا یعنی تمہارے وطن کا تیار کیا ہوا ہے ۔

مغیرہ ۔ تو پھر چرخہ بھی دو ۔

اویس ۔ تم کیسی لغو باتیں کر رہی ہو ۔ تم چرخہ پر ہنسیں طعن سے کہا ۔ مگر تم کو معلوم نہیں کہ بی بی فاطمہ کے جہیز میں چکی تھی ۔

مغیرہ ۔ ہاں یہ تو تم نے درست کہا مگر لوگ ہنسیں گے ۔

اویس ۔ لوگوں کی ہنسی کی مطلق پروا نہ کرو تم کو جو کچھ دینا ہے نقد دو تاکہ کسی کو یہ بدگمانی نہ ہو کہ بچت کی صورت نکالی ۔ مگر وہ وہی جو اپنا تیار کیا ہو ۔

مغیرہ ۔ برتن تو ہمارے ہی ہیں ۔

اویس ۔ ہاں تانبے پیتل کے برتن شوق سے دو ۔

مغیرہ ۔ چھپر کھٹ مسہریاں ؟

اویس ۔ شوق سے مگر اپنی بنی ہوئیں ۔

مغیرہ ۔ سب ہنسیں گے ۔

اویس ۔ جہاں کچھ آدمی ہنسیں گے وہاں چند ایسے بھی ہوں گے کہ تمہاری اس ابتدا کی نقل کرینگے ۔ اور علاوہ ازیں نہ تم کو کسی کی ہنسی سے واسطہ نہ اعتراض سے تم کو وہ کرنا چاہیے جو تمہارا ایمان کہہ رہا ہے ۔ اگر تم کو اس سے اتفاق ہے ۔ اگر تم کو اس سے اتفاق ہے تو ضرور کرو اور دیکھو کہ یہ تمہارے ملک کے واسطے مفید ہے یا نہیں ۔ میں متعصب آدمی نہیں ہوں ۔ اور میرا عقیدہ ہے کہ غیر مسلم قابل نفرین نہیں ۔ ہر قوم میں کچھ اچھے اور کچھ برے آدمی ہوتے ہیں ۔ اور ہر شخص میں کچھ خوبیاں اور کچھ برائیاں ہوتی ہیں ۔ میں اندھا دھند تقلید فعل عبث سمجھتا ہوں لیکن یہ ایسا فعل ہے جس کو میں ملک کے واسطے بہت مفید خیال کرتا ہوں ۔ نہ کہ کسی تقلید پر کمر بستہ ہوں ۔

مغیرہ ۔ بات ٹھیک ہے ۔ مگر میں پہل کرنا نہیں چاہتی ۔

اویس ۔ بس تو تم ایک کام کرو ۔ تم کو جو کچھ غیر ملکی صنعت پر صرف کرنا ہے وہ نقد دو ۔ اور شخص کو اختیار دو کہ وہ اپنی پسند اور خوشی سے جو چاہے خریدے اور جس میں چاہے صرف کرے ۔

مغیرہ ۔ [illegible]

اویس ۔ تم اس کا اعلان کر دو ۔

مغیرہ ۔ تم کو معلوم ہے میری ملنے والیاں ہندوستانی بھی ہیں انگریزی بھی اور خود اس کی استانیاں شہری ہیں ۔ ان کو گھر پر بلا کر ان کی توہین کرنی ہے کہ

صرف دیسی اشیاء ہی جائیں۔

اویس۔ تمہارا خیال غلط ہے۔ جو معقول انگریز ہیں وہ اس سے ہرگز ناخوش نہیں ہونگے۔ ہم اپنے ملک کی خدمت کرنی چاہتے ہیں۔ میں بھی چونکہ آدھا ہندوستانی ہوں بحیثیت کے اس حصہ پر زور دیتا ہوں۔ تمہاری مشنری بہنوں میں سے مجھے تو امید نہیں کہ کوئی اسقدر متعصب ہوگی۔ کہ اس خیال کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیگی۔

مغیرہ۔ میری ایک دفعہ مسز ہاربرٹ سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے خود مجھکو چھیڑا اور جہانتک میں نے انکا اندازہ کیا۔ وہ اس تجویز کو دیکھ کر خوش ہونگی۔

اویس۔ تم ان کو یا کسی ایسے شخص کو خواہ مرد ہو یا عورت تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ ہرگز نہ بلاؤ۔

مغیرہ۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ شاگرد کی شادی ہو اور استانی شریک نہ ہو۔

اویس۔ ان حالات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مغیرہ۔ میرے خیال میں تو حرج ہے۔

اویس۔ گفتگو ختم کرو۔

مغیرہ۔ کچھ ایسا دو کچھ ویسا۔

اویس۔ یہ مطلق نہیں۔

مغیرہ۔ تو اس طرح اعلان کردو کہ سب سنیں۔

(۱۳)

شادی سے تین روز پہلے کا ذکر ہے۔ شمس اپنے چھوٹے بھائی کو لئے ہوئے کوٹھے پر بیٹھی تھی۔ مختلف قسم کے جذبات اس کے دل میں امڈ رہے تھے اور ایک خاص خیال جو رہ رہ کر اُس کو اس وقت ستا رہا تھا وہ اس ننھے بچے کی فراق تھا اُس نے بھائی کو گود میں اٹھایا پیار کیا اور کہنے لگی تو چھوٹا ہے زندگی ہے تو پھر ملیں گے۔ نہیں تو پھر نہیں تو میری صورت کو ترسیگا

میرے بھیا کی آواز کانوں میں بھی نہ آئیگی - میں نے نگوڑے کو اُس دن زور سے تھپڑ مارا اور جھکی لی بلک کر چپکا ہو گیا - جو کہیں اماں جان سُن لیتیں تو آفت ہی برپا کر دیتیں -

شمس بھائی کو بھینچ بھینچ کر گلے لگا رہی تھی - آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے - اور گو اُس کو شادی کی ایک خاص خوشی تھی جو اُس کے چہرہ سے اُس کی باتوں سے اسکی حالت سے ظاہر ہو چکی تھی - پھر بھی اس وقت اُن عزیزوں کی مفارقت کا اثر اسقدر غالب تھا کہ وہ سب کچھ بھول گئی تھی - بھائی کو پیار کر کے نیچے بٹھایا - اور کرتے کے گھیر میں مصروف ہوئی - نیچے سے ماما نے آکر اپنے بچہ سے کہا تم چھوٹے میاں سے کھیلو - ماما یہ کہکر چلی گئی - یہ دونوں برابر کے بچے کھیلنے لگے - شمس کا بھائی تین برس کے قریب اور ماما کا بچہ بھی اتنا ہی بڑا ہو گا - دیر تک چھت پر بیٹھے کھیلا کئے - ایک مٹی کا ٹھیکرا ماما کے بچے کے ہاتھ میں تھا - شمس کے بھائی نے ضد کی ماما والا بھی بچہ تھا نہ دیا - شمس کے بھائی نے اُسکے تھپڑ مارنے کا ارادہ کیا - بلکہ ہاتھ بھی اُٹھا لیا - مگر ابھی مارا نہ تھا کہ ماما والے نے ایک ٹکا ہی دیا - مارنے والے کی نگاہ میں کوئی امتیاز نہ تھا - وہ یہ سمجھنے کے قابل نہ تھا کہ پٹنے والے میں کوئی ایسی برتری ہے کہ میرا یہ فعل ناجائز ہو گا - شمس بھی اگر اس فعل کو اسی نگاہ سے دیکھتی تو معاملہ ختم تھا - شمس یہ دیکھ کر کہ ماما کے بچہ نے میرے بھائی پر ہاتھ اُٹھایا - آپے سے باہر ہو گئی -

ہم اس کج فہمی میں اکثر عورتوں کو مبتلا دیکھتے ہیں - اُنکو سمجھنا چاہئے کہ شرافت کیا ہے - وہ کس غرض سے دی جاتی ہے - اور کیوں دی جاتی ہے - ہر جرم کا تعلق نیت سے ہے - اگر کسی شخص کی ایک فعل میں نیت صحیح ہو - اور وہ فعل جرم ہو جائے تو فاعل اس لئے کہ نیت بخیر ہے مجرم نہیں سمجھا جا سکتا - بعض دفعہ سزا کی غایت یہ بھی

ہے کہ دوسروں کے واسطے عبرت ہو۔ پھانسی یا قتل وغیرہ اسی غایت کے تحت میں ہیں۔ ورنہ قاتل پھانسی پانے کے بعد بجائے سزا بھگتنے کے مرجاتا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ کو فلاں جرم کی پاداشن میں یہ تکلیف بھگتنی پڑی ہے مسلمان مسئلہ تناسخ میں بھی یہی عذر کرتے ہیں۔ ایک شخص مرنے کے بعد اگر اپنے اعمال کی پاداش میں ارذل المخلوق بنتا ہے اور گدھا بنکر طرح طرح کی مار اور بوجھ کی تکلیف اٹھاتا ہے تو یہ آواگون کا مسئلہ مسلمانوں کی رائے میں اس لئے درست نہیں رہتا کہ وہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے فلاں جرم میں مرنے کے بعد یہ سزا ملی کہ میں گدھا بن گیا۔ پس سزا کا منشار ماما کے لڑکے کے واسطے پورا ہو ہی نہ سکتا تھا۔ اُس کو یہ تمیز ہی نہ تھا کہ مجھ میں اور شمس کے بھائی میں کیا فرق ہے۔ اور دنیا کے ظاہری حالات نے قمر اور شمس میں کوئی فرق کر دیا ہے۔ قدرت کے انعام میں دونوں مساوی تھے۔ اور چونکہ ماما کا لڑکا اس سمجھ سے محروم تھا اس لئے اُس کا یہ فعل کہ وہ اپنا ٹھیکرا شمس کے بھائی کو نہ دے ناجائز نہ تھا۔ اُسکو حق تھا کہ حریف کے تھپڑ کا جواب تھپڑ سے دے۔ لیکن افسوس شمس نے نخوت بیوقوفی اور ظلم سے کام لیا۔ اُس نے فوراً اُٹھ کر ماما کے بچہ کے دونوں ہاتھ رسی سے باندھ دیئے۔ اور ایک چھوٹی سی لکڑی لیکر دو تین تو خود لگائیں اور پھر بھائی کے ہاتھ میں دی کہ مارو۔ بھائی تین ساڑھے تین برس کا تھا اول تو جھجکا اور پھر آپا کی شہ۔ بہت خوش ہوا بہت ہنسا اور رہ رہ کر اُسکے قمچیاں ماریں۔ کبھی منہ پر کبھی ہاتھ پر کبھی کمر پر مارتا اور ہنسکر قہقہہ لگا کر بہن کی طرف داد لینے کو دیکھتا تھا۔ کہ حکم کی تعمیل کیسی بے چون وچرا کر رہا ہوں۔ ماما کا بچہ پٹ رہا تھا رو رہا تھا اور جب کبھی آنکھ پر یا منہ پر قمچی پڑ جاتی تھی تو روتا ہوا اس توقع پر شمس کو دیکھتا تھا کہ شاید یہ میری حمایت کو بولے اور مجھ کو اس ظلم سے نجات دلائے۔ مگر شمس بجائے اس کے کہ رحم کی نظر سے دیکھتی دانت پیس کر کہتی تھی "چپ بے مردود

[illegible] نے میرا ہاتھ اُٹھائیے" قریب آدھ گھنٹہ اسی طرح
گزر گیا ہوگا کہ قمر بھی اوپر آ نکلی اور یہ رنگ دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئی۔ بھائی نے چھوٹی
بہن سے داد لینے کو ایک قہقہہ لگایا اور دبی آواز ہنس کر قمر کو دیکھا۔

قمر۔ کیا ہوا، یہ ہے خبردار اور یہ اس کے ہاتھ کس نے باندھے ہیں؟

شمس۔ میں نے۔

قمر۔ کیوں؟

شمس۔ اس کی نالائقی پر

قمر۔ وہ کیا؟

شمس۔ اس نے فضل پر ہاتھ اُٹھایا۔

قمر۔ اس کو سزا مل رہی ہے؟

شمس۔ ہاں۔

قمر۔ اس کا قصور؟

شمس۔ [illegible] بہت [illegible] کیا۔

قمر۔ کیا یہ [illegible] کہ اس کی بات پست کر دی جائے۔

شمس۔ [illegible]

قمر۔ اس [illegible] بے سبب ہے۔

شمس۔ تم [illegible] اُلٹی باتیں کیا کرتی ہو۔ یہ اماں کا لڑکا اس کی یہ مجال کہ ہم پر ہاتھ اُٹھائے
اس کے ہاتھ توڑ نہ دوں۔

قمر۔ اس نے خواہ مخواہ ہاتھ اُٹھایا۔

شمس۔ خواہ مخواہ کیوں اُٹھاتا۔

قمر۔ پھر کیا ہوا تھا۔

شمس ۔ تم کون ہو؟

قمر ۔ کوئی نہیں اس کی وجہ معلوم کرنی چاہتی ہوں ۔

شمس ۔ ٹھیکرے پر لڑائی ہوئی تھی ۔

قمر ۔ اچھا اسکا کیا قصور ہے ؟

شمس ۔ اس نے ٹھیکرا کیوں نہ دیا ۔

قمر ۔ اسکا مال تھا ۔

شمس ۔ ٹھیکرا ہمارا گھر ہمارا یہ کہاں سے لایا ؟

قمر ۔ یہ اتنا نہیں سمجھ سکتا تھا ۔

شمس ۔ اسی واسطے پٹ رہا ہے ۔

قمر ۔ قصور اسکا نہیں ۔

شمس ۔ پھر کسکا ہے ؟

قمر ۔ قدرت کا ۔

شمس ۔ قمر تم فضول باتیں نہ کیا کرو ۔

قمر ۔ ہائے آپا تمہارے دل کو کیا ہو گیا ۔ تم نے تو علم کو بھی بدنام کیا ۔ تم تہذیب خلق انسانیت ہر چیز سے ہزاروں کوس دور ہو ۔ تم نے کمال کیا کہ اس معصوم بچہ کو بیگناہ یہ سنگین سزا دی ۔ تم نے یہ سوچا ہوتا کہ آخر اس کا قصور کیا ہے ۔ یہی نہ کہ وہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اور یہ حاکم اور محکوم ہیں ۔ یا یوں کہو کہ ظالم اور مظلوم ہیں ۔ تم نے اس کے ہاتھ باندھ کر اس کو پٹوایا ۔ صرف اس لئے کہ اس نے اپنا ٹھیکرا تمہارے بھائی کو نہ دیا ۔ کیا تمہارے بھائی میں کچھ ایسے لال لگے ہوئے ہیں کہ ساری دنیا اس کی ضد پر سر جھکا دے ۔ وہ اگر کل کو یہ کہیگا کہ آسمان کے تارے توڑ دو ۔ تو غالباً تم کو عذر نہ ہو گا ۔ کیا تم ہوا میں بھی یہ انتظام کر سکتی ہو کہ ہاکا لڑکا

پیچھے کھاے اور پہلے تمہارا بھائی - آپا بہت افسوس کی بات ہے خدا کی نعمتیں سب کے واسطے برابر ہیں - تمہارے بھائی کے تین ہاتھ ہیں ؟ تین ٹانگیں ہیں یا چار آنکھیں ہیں ؟ جسم اور جسم کے اعضا تمہارے بھائی اور ماما کے لڑکے کے یکساں ہیں - اور اب بھی قدرت نے بقاء زندگی کیلئے جو اسباب فراہم کئے ہیں اُن سے دونوں برابر کا فائدہ اٹھارہے ہیں - پیاری آپا زندگی اور موت دونوں کے واسطے ہے کیا تم کسی امیر مردے کو زندہ کر سکتی ہو - اور غریب زندہ کو اُس کے بدلے مردہ ؟ یہ سبق لینے کا وقت کا ہے - کہ تم ایک مظلوم اور بے کس پر ایسے ظلم توڑ رہی ہو - ذرا دل نہیں کڑھتا - اسکی ماں دیکھے تو کیا کرے اور اگر تم کو اس کی پروا نہ ہو تو خود تمہارا ایمان ہی تو ایک چیز ہے - کیا وہ اس کو روا رکھتا ہے کہ تم ایک نادان بچہ کو جو غریب ہے صرف اس جرم پر کہ وہ اپنا مال امیر کو نہیں دیتا گرفتار کرتی اور سزا دیتی ہو مجھکو معاف کرنا اگر میں یہ کہوں ہم کو شادی بھی ایک قسم کی موت سمجھنی چاہیئے - جو اگر قطعًا نہیں تو قریب قریب - اس زندگی کے تعلقات منقطع نہیں تو قریب قریب منقطع کر دیتی ہے - اور جس طرح زندگی میں آدمی کے نیک اعمال اُسکے بعد زندہ رہنے والوں کو یاد آتے ہیں اُسی طرح لڑکیوں کی وداع کے بعد اُن کی اچھی باتیں عزیزوں پڑوسیوں کو خون کے آنسو رلاتی ہیں - مجھے حق نہیں کہ سمجھاؤں عمر میں چھوٹی ہوں - مگر سچ کہتی ہوں تم اس دہلیز پر ہمیشہ نہ رہوگی - اور یہ ماما اور اُس کا بچہ تم سے واسطہ نہ رکھینگے البتہ تمہارے رخصت ہو جانے کے بعد جس طرح اِس وقت میرے ہاتھ کھولنے اس بچہ کو یاد رہینگے اسیطرح تمہارے باندھ دینے - تم اگر اس کی پروا نہ کرو تو کوئی کچھ کہہ سکتا ہے نہ کر سکتا - بہت سے آدمی ہیں جو اس دنیا میں بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ وہ اپنے بعد کیا چھوڑ رہے ہیں - میں حق نہیں رکھتی کہ تم سے یہ سوال کروں کہ تم کیا چھوڑ رہی ہو - مگر شاید یہ کہوں تو غلط نہیں کہ کچھ کام

ایسے چھوڑتی جاؤ کہ جب اماں جان اور ابا جان اپنی مامتا سے مجبور ہوکر تمہاری یاد میں تڑپیں تو کوئی غیر بھی سچے دل سے اُنکا ہمنوا ہو۔ کوار پتہ کا بڑا حصہ ختم کر چکیں۔ برس گذرے مہینے گذرے دن گذرے اب کچھ گھنٹے باقی ہیں۔ شمس کل یا پرسوں جس دہلیز سے رخصت ہونیوالی ہو آج اُس پر اتنا بڑا ستم توڑ چلیں۔ خدا سے ڈرو اور ان چند گھنٹوں میں وہ بیج بو لو جو عمر بھر میکے میں ایسے پھول کھلائیں جن کی مہک تمام شہر کو معطر کر دے ‘

(۱۴)

شادی سے ایک روز قبل قوم کی مشہور فاضلہ امتہ حسین بیگم کی شہر میں تقریر تھی گو مغیرہ اسقدر مصروف تھی کہ اُسکا جانا بہت مشکل تھا۔ مگر چونکہ وہ بھی اِس قسم کے جلسوں میں خصوصیت سے حصہ لیتی تھی اِس لئے کارکن بیویوں نے اُسے مجبور کیا اور یہ طے کر دیا کہ اگر کچھ کام نہ کرسکو تو شرکت ضرور کرو چنانچہ وقت مقررہ پر مغیرہ پہنچ گئی اور مقررہ نے اپنا خطبہ اس طرح شروع کیا۔

"میں اردو الفاظ میں انگریزی کا استعمال بہت ہی بُرا سمجھتی ہوں اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کس بے باکی سے اردو دان حضرات اپنی قابلیت کا اظہار کرنے کے واسطے انگریزی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ خیر یہ رونا تو عرصہ سے تھا اور رہیگا۔ اب ایک اور مصیبت آگئی ہے۔ کہ مسلمان اہل قلم میں وہ لوگ جو اردو نہیں جانتے یا لکھ اور پڑھ نہیں سکتے ایک خاص قسم کی اردو لکھ رہے ہیں جس میں فارسی اور عربی کے الفاظ انگریزی ترکیب سے استعمال ہو رہے ہیں۔ خیر یہ علیحدہ بحث ہے۔ میں آج آپ سب بہنوں سے آپ کی وضع قطع یا طریقہ پر بحث کروں گی۔ جس کو آپ سب فیشن کہتے ہیں۔ اور جو

بدقسمتی سے اسقدر عام ہوگیا ہے کہ ہمارے لکھنے پڑھنے کھانے
پینے رہنے سہنے سونے جاگنے میں اُس کا اثر ظاہر ہے۔ اور ہم
اُس کے اسقدر محتاج ہوگئے ہیں کہ شاید میں کہوں تو غلط نہیں کہ بغیر
اس کے زندگی ناممکن ہے۔ اگر ہم اپنی قابلیت سے کوئی خاص
وضع یا چند طریقے مقرر کرلیں اور وہ پسندیدہ اور ہماری اپنی ماغی
کوشش کا نتیجہ ہوں تو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے
لیکن اگر وہ محض دوسروں کی اندھی تقلید ہو تو شائد اس سے موثر
(یعنی مضر) اور کچھ نہ ہوگا

مجھے اُمید ہے کہ مسلم خواتین جنھوں نے آج اس جلسہ میں تشریف
لاکر مجھے ممنون فرمایا۔ اس مسئلہ پر غور فرماکر جواب دیں گی اور سوچیں گی
کہ کیا اُن کے مقدس مذہب کا یہی حکم ہے کہ وہ اپنی تمام خوبیوں
کو چھوڑکر دوسروں کے طریقے اختیار کریں۔ اگر آج آپ کا اپنا
کوئی قومی لباس ہوتا تو کسقدر فخر کی بات تھی۔ لیکن افسوس
اس وقت جسقدر بیویاں میرے سامنے موجود ہیں۔ وہ مختلف رنگوں
میں رنگی ہوئی ہیں۔ البتہ ایک تقلید غیر جس کا وہ آجکل کلمہ پڑھتی
ہیں اُنکے قدم قدم سے ظاہر ہورہی ہے۔ کیا وقت کا تقاضا
یہ نہیں ہے کہ مسلمان عورتیں اب بھی اپنے افعال پر تائب ہوں
اور کس گڑھے میں جا پھنسیں مسلمانوں میں عالمگیر مصیبت ہے وہ
سب کچھ کھوکر اب صرف بھیک مانگنے کے قابل ہیں اگر اب بھی وہ
جاگنا نہیں چاہتے تو سوئیں اور سوتے رہیں۔ اس سے بدتر حالت
کا اگر کوئی امکان ہے تو وہ بھی آجائیگی۔

کیا آپ لوگوں کو اس سے انکار ہے کہ اسلام کی ترقی میں
عورتوں نے بھی ہمیشہ حصہ لیا۔ اور وہ کسی میدان میں مردوں سے
کم نہیں رہیں ۔ یہ ان ہی کی سعی و کوشش کا نتیجہ تھا کہ اسلام
معراج کمال پر پہنچا ۔ انہوں نے اپنا عیش و آرام ۔ اپنی اولاد اپنا
گھر ۔ ہر بھاری سے بھاری شئے اپنے مذہب پر قربان کی ۔ اور دنیا
کو دکھا دیا کہ مسلمان عورت تاریخ میں کیا جگہ رکھتی ہے ۔ کیا ہماری
جیسی بدبخت عورتیں بھی اس قابل ہیں کہ ہمارے بعد تاریخ ہمارا
نام لے ؟ ہاں ہیں اور تاریخ ہم کو فراموش نہیں کر سکتی ۔ کس
چیز کو ؟ ہماری لاغذہبی کو ۔ ہماری عداوت کو جو ہمیں احکام اسلام
سے ہے ! ہماری دشمنی کو جو ہم نے اسلام سے برتی ! کیا آپ
بیویاں کہہ سکتی ہیں کہ آپ میں سے کتنی نماز روزہ کی پابند ہیں
میں دیکھتی ہوں کہ آپ زیور میں لدی ہوئی ہیں ۔ مگر کیا یہ سوال کر
سکتی ہوں کہ اس زیور کی زکوٰۃ ادا ہوتی رہتی ہے ؟ آپ اپنے زریں
اصول ہاتھ سے نہ دیجئے ۔ اور جو کچھ ہو گیا اُس پر خاک ڈال کر اب
بھی مسلمان بننے کی کوشش کیجئے ۔ کہ جس طرح آپ کی معزز بہنوں کے
نام تاریخ میں جگمگا رہے ہیں آپ کے نام بھی اُن کے
برابر ہوں ۔

میری معزز بہنوں ! یہ اسلام کے واسطے نہایت نازک وقت
ہے ۔ اور ہم اگر اس وقت بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو یہ یقین
رکھیئے خدا اپنا وعدہ پورا کریگا اور وہ اُسکا محافظ ہے ۔ لیکن ہم
اپنے اعمال و افعال سے اپنی زندگیوں کے دامن پر وہ بدنما داغ

چھوڑ جائینگے۔ جس کو دیکھ دیکھ کر غیر نہیں ہماری اپنی نسلیں ہم پر لعنت بھیجینگی۔ موت دور نہیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ اسکے آنے میں کتنی دیر ہے۔ اس لئے اس مہلت کو غنیمت سمجھو اور اسلام کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کردو۔"

(۱۵)

شمس کی شادی کے موقع پر۔ جب تمام مہمان جمع تھے۔ مغیرہ نے معمولی اشیا دیکر دو ہزار روپیہ کے دو نوٹ دولھا کو دیئے۔ اور پانچ ہزار کے دولھن کو۔ اور کہا کہ بجائے اس کے کہ یہ روپیہ تکلفات میں ضائع ہوتا میں نقد اس واسطے دیتی ہوں کہ تم دونوں کو اختیار ہے جس طرح چاہو اس روپیہ کو صرف کرو۔ خیال یہ تھا کہ شمس کو وداع کرنے کے بعد مغیرہ ایک بڑے قرض سے سبکدوش ہوکر مطمئن ہوجائیگی۔ مگر توقع بالکل غلط نکلی۔ شمس کا شوہر جمال نکاح سے ایک روز قبل ہی کلکتہ میں سو روپیہ ماہوار کا ملازم ہوچکا تھا۔ اور بمشکل چار روز کی رخصت ملی تھی۔ نکاح کے دوسرے ہی روز سے بیوی کو ساتھ لیجانے کی خواہش ظاہر کی۔ مغیرہ کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ اسقدر جلد شمس اس سے جدا ہوجائیگی۔ سنکر دنگ رہ گئی۔ مگر جب شمس ہی نے اپنا اسباب باندھ لیا اور جانے کے واسطے تیار ہوگئی تو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ اویس نے قصد کیا بھی کہ معاملہ میں دخل دے۔ اور شمس کو روکے مگر مغیرہ نے منع کردیا۔ اور تیسرے روز شمس کلکتہ روانہ ہوگئی۔

کچھ غصہ سے جل بھن کر کچھ حالات سے متاثر ہوکر کچھ ضرورت سے مجبور ہوکر مغیرہ نے شمس کو خود روکا۔ نہ شوہر کو روکنے دیا۔ ورنہ اس صورت میں کہ پہلے سے سان گمان بھی نہ تھا۔ اگر اویس چاہتا تو چند روز کے واسطے شمس اور

رہ جاتی نتیجہ یہ ہوا کہ بظاہر تو جمال اور شمس دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی اویس اور مغیرہ نے رخصت کر دیئے۔ لیکن شمس کا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ مغیرہ کی طبیعت بگڑ گئی۔ اور یہ کچھ انوکھی بات نہ تھی۔ مگر اس معاملہ میں رنج و افسوس کے ساتھ ایک حیرت تھی ایک اچنبا تھا جو رہ رہ کر مغیرہ کو پریشان کر رہا تھا۔ اور وہ شمس کی جسارت تھی ہمت تھی بیوفائی تھی لاپروائی تھی۔ غرض جو کچھ بھی تھا ایک وہی دن میں طوطے کی طرح دیدے بدل گئی اور میکے سے ایسی فرنٹ ہوئی گویا کوئی واسطہ ہی نہ تھا ضرورت یہ تھی کہ سب سے پہلے جمال والدین سے تذکرہ کرتا۔ وہ اگر بیٹے کی ضرورت سے واقعی مجبور تھے اور چارہ نہ تھا تو مغیرہ یا اویس سے درخواست کرتے۔ اگر کسی وجہ سے یہ محال تھا مشکل تھا، نامناسب تھا تو جمال خود مغیرہ یا اویس دونوں میں سے ایک سے خواہش کرتا اور یہ بھی اگر کسی مصلحت سے نامناسب تھا تو بیوی سے کہتا کہ وہ مغیرہ کو موقعہ دیکھ کر سمجھاتی۔ اور ماں اپنے طور پر اویس کو رضامند کر لیتی۔ ناک پکڑی جاتی تھی مگر ادھر سے یا ادھر سے نتیجہ وہی تھا۔ دونوں میاں بیوی اب بھی گئے اور جب بھی جاتے۔ کون روکتا۔ اور کیوں روکتا۔ بیٹی دینی تھی دیدی۔ پرائے مال پر زور کس کا تھا۔ نکاح کا منشا یہی تھا کہ دونوں میاں بیوی خوش رہیں۔ اور ماں باپ ہاتھ جھاڑ کر ہو بیٹھیں۔ مگر انسانیت بھی ایک چیز ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ جو شخص آج داماد بن رہا ہے گو اس کے سامنے نازبرداری کو ماں باپ موجود ہیں وہ جس قدر ناز کرے کر سکتا ہے۔ مگر اس کی تہ میں کچھ اور بھی ہے۔ اس راز میں قدرت کچھ اور دکھا رہی ہے۔ چشم بینا ہو تو دکھائی دے۔ ورنہ آنکھوں کے اندھے۔

وہ شخص جو آج داماد کی حیثیت سے دو بڈھوں کے سامنے آتا ہے اس کو دور اندیشی کی عینک سے دیکھ لینا چاہیے کہ مجھ کو بظاہر دنیا نے داماد بنا دیا

مگر حقیقتاً میں داماد بنا ہوں خُسر ہونے کے واسطے اور جو کچھ آج میں ان بڑوں کے ساتھ کر رہا ہوں وہ اس لیے کہ زندگی یہی دن مجھکو دکھاتے۔ اور جب میرے سیاہ بال سفید ہو جاتیں تو ایک سیاہ بالوں والا شخص بھی میرے ساتھ کرے۔ شمس کو جمال کے ساتھ جانے سے ماں روکتی نہ باپ۔ اگر شمس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ آخر اس بدنصیب ماں کا بھی کچھ حق ہے۔ جس نے اتنے عرصہ تک میرے ساتھ جان لڑائی۔ یہ صحیح کہ وہ روک نہیں سکتی اور روکنا اُس کا مقصد بھی نہ تھا مگر فرق اتنا تھا کہ کھانا موجود ہے مہمان سے چاہے یوں کہو کہ تناول فرمایئے" چاہے یہ کہ نگل لو۔ شمس اگر انسانیت سے کام لیتی تو سانپ مرتا نہ لاٹھی ٹوٹتی۔ جاتی ہزاروں میں جاتی، جاتی ضرور جاتی۔ دوسرے اور تیسرے روز کیسا اُسی روز جاتی۔ نکاح ہوتے ہی جاتی۔ لیکن اس طرح کہ ماں اور باپ دونوں ہنسی خوشی بھیجتے اور اس طرح بھیجتے کہ بھیجنے کا بار اُن ہی کے سر ہتا۔ یہ شمس کی خودسری تھی کہ دونوں اماں باوا کو رنجیدہ کیا اور میاں کے ساتھ چلدی۔

(۱۴)

شمس کے روانہ ہوتے ہی مغیرہ کی حالت میں اسقدر انقلاب ہوا کہ اویس بھی پریشان ہوگیا۔ وہ ہر وقت خاموش رہتی۔ اور سوا اسکے کہ اُس کی یاد میں مستغرق رہتی کوئی اور کام نہ تھا۔ اُس کے سامان کو اُس کی چیزوں کو۔ اُسکے اسباب کو دیکھتی اور روتی۔ گھر کے کسی کام کاج سے شوہر کی کسی ضرورت سے بچوں کے کسی معاملہ سے اُسکو کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ صرف ایک شام کا جانا وہ بھی اس لیے کہ ذرا کلب میں جاکر دل بہل جاتا۔ باقی رہ گیا اس موقعہ پر اگر قمر موجود نہ ہوتی تو گھر کی وہ مٹی پلید ہوتی کہ اویس بھی عمر بھر یاد کرتا۔ چار دن میں گھر کا گھروا ہو جاتا۔ مگر اب گھر والی مغیرہ نہیں قمر تھی۔ اور اُسنے اویس کے تمام انتظام

اپنے ہاتھ میں لیکر اس خوبی سے انتظام کیا کہ اُس کو بھی تعجب ہوگیا۔ کہ بہت سی باتیں تھیں۔ ایسی تھیں کہ اویس بیوی کے دور میں اُنکے متعلق اکثر تکلیف اُٹھاتا رہتا تھا۔ مثلاً بچہ کا دودھ ہی تھا کہ شام کے کھانے کے وقت شاید ہی کوئی ایسا بھاگوان دن ہوتا ہوگا کہ وہ نہ روتا ہو۔ اور اویس پریشان نہ ہوتا ہو۔ ماں کے اس چکر میں پڑتے ہی قمر نے اُسکو ہاتھ میں لیا اور یہ انتظام کر دیا کہ اُس کی تمام ضرورتیں جن کی وجہ سے وہ روتا تھا۔ شام سے پہلے ہی پوری کر دیں۔ وہ عادی تھا مغرب کے وقت سے سونے کا۔ اور چاہتا تھا کہ کھانا کھاکر سوؤں۔ ماں نے کبھی اُس کی طرف دھیان ہی نہ کیا۔ اور کھانا ہمیشہ آٹھ نو اور دس بجے تیار ہوتا۔ یہ دو تین گھنٹے بچہ کے رونے پیٹنے اور اوپر والوں کو حیران و پریشان ہونے میں بسر ہوتے۔ قمر نے پہلے ہی دن یہ انتظام کر دیا کہ مغرب کی اذان ہوتے ہی اُس کا کھانا تیار اور باپ کے آنے سے پہلے پلنگ پر لیٹا اور سو یا۔

اسی قسم کی اور چند باتیں تھیں جن کی اگر اکثر نہیں تو کبھی کبھی اویس کو شکایت ہو جاتی تھی۔ وہ پان کثرت سے کھاتا تھا۔ اور ایسا ہو جاتا تھا کہ وقت پر پان نہ ملے یا کتھ نہ لگا اور اُس کو گھنٹہ آدھ گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ اس سلسلہ میں مغیرہ قابل الزام نہیں ایک اکیلے سر پر دنیا بھر کی ذمہ داری تھی۔ گھر کا سنبھالنا جہاں چار پانچ بچے تین چار نوکر ہوں۔ آسان کام نہ تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ بعض دفعہ کسی دوسرے کام میں پھنس کر مغیرہ ایک کام کو بھول جاتی تھی۔ اور اویس کو تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دفعہ تو کمال ہوا۔ چھ سات گھنٹہ تک اویس کو پان نصیب نہیں ہوا۔ دس بجے کا کھانا کھایا دو بج گئے جب کتھ پک کر آیا تو ماما کے ہاتھ سے پتیلی چھوٹ پڑی اور ایسی گری کہ رتی بھر نہ رہا۔ دوبارہ پکایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ

کہیں چار بجے کے قریب نصیب ہوا۔ قمر نے گھر سنبھالا تو اس طرح کہ سبحان اللہ جو کام تھا وہ ڈھنگ کا۔ اور جو بات تھی وہ قرینہ کی۔

ادیس بجائے اس کے کہ بیوی کے تغیر سے متاثر ہوتا۔ اس کی حالت پر ہنستا تھا۔ اس لئے کہ اُسکو خود کوئی تکلیف محسوس نہ ہو رہی تھی۔ شمس کو گئے ہوئے تین مہینہ ہوا ہوگا کہ جمال کا خط آیا جسکا ایک حصہ یہ تھا۔

"میں غریب آدمی ہوں سو سوا سو روپیہ کی آمدنی۔ پردیس کا خرچ ہر چند سمجھاتا ہوں مگر اُن کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ڈاکٹر کا مستقل خرچ ہے دو ڈھائی روپیہ روز کا نسخہ ساٹھ ستر روپیہ تو یہی اٹھ گئے۔ شام کی ہوا خوری اور پھر روز نئے جوڑے کی خواہش۔ کیا کروں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ ایک بیچاری بڑھیا خدا خدا کر کے ہاتھ آگئی ہے جس کی وجہ سے پیٹ میں ٹکڑا بھی پڑ جاتا ہے۔ سو وہ بھی بھاگوں بھاگوں کر رہی ہے۔ ہر وقت اُسپر لوہا تیز ہے۔ بغیر فضیحتی کے بات ہی نہیں۔ آندھی ہو یا مینہ شام کا کلب کا پھیرا ناغہ نہ ہو۔ اور پھر آٹھویں دن سب کی دعوت اور ہوٹل کا کھانا۔ فرمائیے کیا ہوگا؟ تین مہینہ کی تنخواہ پیشگی دے چکا ہوں اور پیسہ پاس نہیں۔ اِس طرح تو ایک چھ ہی مہینہ میں میرا خاتمہ ہو جائیگا۔ میں نیا نوکر ہوں چھٹی نہیں مل سکتی کہ جس طرح لایا تھا اُسی طرح پہنچا دوں۔ اور جو کہیے وہ ہاتھ جوڑ دوں اور روؤں۔ اور آئندہ ساتھ لانے کے واسطے کان پکڑوں۔ اب ازراہ شفقت مادرانہ اتنا کرم کیجیے کہ کسی شخص کو بھیج دیجیے کہ وہ آکر اُن کو اپنے ساتھ لیجاتے۔ اور میں اس مصیبت سے چھٹکارا پاکر خدا کا

شکر ادا کروں۔

میں اُن کی قابلیت سے انکار نہیں کرتا۔ وہ ماشاء اللہ اُردو کیا انگریزی بھی خوب پڑھ لیتی ہیں۔ بھی لکھ سکتی ہیں۔ اور آج چوتھا پانچواں روز ہے ایک جلسہ میں تقریر بھی خوب والی سے کی۔ مگر میری تکلیف کوئی چیز بھی ان میں سے رفع نہیں کر سکتی میری حیثیت اتنی ہی ہے کہ میں ایک ماما نوکر رکھ لوں۔ بازار کا سودا سلف ماما کو فرصت ہوئی وہ لے آئی۔ مجھے وقت ملا میں لے آیا وہ ایک ماما کو ایک بھینگا سمجھیں۔ اول تو انکو چولہے کے پاس جانا قسم ہے۔ اور اگر جائیں بھی تو سیکڑوں باتیں بناتی ہوئی۔ مجھکو تو اس علم اور تہذیب کی بجائے جہالت اور بد تہذیبی کی ضرورت تھی کہ وقت پر پیٹ میں ٹکڑا تو پڑ جاتا تھا۔ میں تو مبارک سمجھتا ہوں وہ دن جب دونوں وقت پیٹ بھر کر اطمینان سے روٹی نصیب ہو جاتی تھی۔ پرسوں سررشتہ دار صاحب کی ماما جو ہمارے پڑوس میں رہتی ہے رات کے وقت مچھلی لیکر آئی۔ کہ سرکار شکار کو گئے تھے سررشتہ دار صاحب خود بھی بہت معقول آدمی ہیں۔ اور اُن کی بیوی بھی تربیت گاہ بنات دہلی کی تعلیم یافتہ ہیں یہ محض اُن کی محبت تھی کہ انہوں نے دو مچھلیوں میں سے ایک خود رکھی اور ایک یہاں بھیجدی۔ وہ بھی اس لیئے کہ میں نے سررشتہ دار صاحب سے کہا تھا۔ اب کے ہم کو بھی مچھلی بھجوایئے تو کانٹا گلا کر آپ کو کھلائیں۔ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ بیگم صاحب سررشتہ دار کی بیوی کو بیس باتیں سنا ڈالیں گی اور یہ بھیجنگی کہ بھیجی تھی تو پکا کر بھیجی ہوتی۔ یہ رات کو

اسلئے احسان رکھاکر صبح تک سڑ جائیگی ادھر پہنچاؤ ہم کیا رضیہ ہیں اٹھا مچھلی اور جاکر ان ہی کے منہ پر مار جنہوں نے بھیجی ہے ہم ایسے الو نہیں۔ مختصر یہ کہ دن اور رات اسی طرح گذر رہے ہیں کیا کیا لکھوں اور کیا کیا سناؤں۔ جس طرح آپنے مجھ پر رحم فرماکر غلامی میں قبول کیا۔ اب اسی طرح کرم کیجئے اور اس تکلیف سے نجات دلوایئے۔

لیجئے میں یہ خط لکھ رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ شہر کے ایک پنجابی سوداگر اپنی بیوی بچوں سمیت وطن جا رہے ہیں۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر میں آئیندہ جمعرات کو ان کو بھی روانہ کر دونگا۔ آپ ہفتہ کو رات کے دو بجے سٹیشن پر اتروا لیجئے۔

خط پڑھکر مغیرہ سناٹے میں رہ گئی اور میاں کو بلوا کر ایک ایک حرف سنایا۔ ادیس سنتا جاتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ کبھی غصہ سے کانپنے لگتا اور کبھی بے قابو ہو کر ٹہلنے لگتا تھا۔ مغیرہ خط ختم کر چکی تو ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور خط کو الگ ڈال خاموش بیٹھ گئی۔ اس وقت ادیس بھی خاموش تھا۔ پندرہ منٹ کے قریب دونوں میاں بیوی قطعاً خاموش رہے۔ اس کے بعد ادیس نے کہا۔

"اب کہو"

مغیرہ۔ کیا خاک کہوں۔

ادیس۔ کیا سمجھیں

مغیرہ۔ جو لکھا ہے وہ سمجھی۔

ادیس۔ پھر اب؟

مغیرہ ۔ تقدیر
اویس ۔ کس کی ؟
مغیرہ ۔ اُس کی اپنی ۔
اویس ۔ اور ہمارا حشر
مغیرہ ۔ جو خدا کی مرضی
اویس ۔ اب تمام زمانہ میں رسوائی ہوئی نہ ہوئی ؟
مغیرہ ۔ بے شک ہوئی !!
اویس ۔ کیوں ہوئی ؟
مغیرہ ۔ اُس کے کرتوں سے ۔
اویس ۔ یہانتک نوبت کیوں پہونچی ؟
مغیرہ ۔ اُس کی خودسری سے ۔
اویس ۔ خودسری کے علاوہ ؟
مغیرہ ۔ اور کیا ؟
اویس ۔ سوچ کر جواب دو ۔
مغیرہ ۔ اُس کی نالائقی سے ۔
اویس ۔ نالائقی کی وجہ ؟
مغیرہ ۔ ہماری تقدیر ہمارے اعمال ۔
اویس ۔ تقدیر اور اعمال علیحدہ ہیں ۔
مغیرہ ۔ ہماری لاپرواہی ۔
اویس ۔ بے شک اور لاپرواہی ہی نہیں ۔
مغیرہ ۔ پھر کیا ؟

اویس ۔ بیوقوفی ۔
مغیرہ ۔ بیوقوفی سہی ۔
اویس ۔ اور صرف تمہاری ۔
مغیرہ ۔ میری ۔
اویس ۔ بیشک
مغیرہ ۔ وہ کیوں ؟
اویس ۔ تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا ۔
مغیرہ ۔ کیا نہیں کیا ۔
اویس ۔ "تربیت" نہیں کی
مغیرہ ۔ بس تو میرا قصور ہے ۔
اویس ۔ بس تو کیا قطعی ہے ۔
مغیرہ ۔ پھر اب ؟
اویس ۔ اب کیا بھگتو ۔
مغیرہ ۔ میں کیوں بھگتوں گی ۔
اویس ۔ اس لئے کہ تم ماں ہو ۔
مغیرہ ۔ میں تو بیاہ چکی ۔
اویس ۔ ہاں اس قابل نہ بیاہی کہ خوش رہتی ۔
مغیرہ ۔ اب آئندہ کی کہو ۔
اویس ۔ تم ہی کہہ سکتی ہو ۔
مغیرہ ۔ لینے جاؤ گے ؟
اویس ہرگز نہیں ۔

مغیرہ ۔ کسی اور کو بھیجو گے؟

اویس ۔ قطعاً نہیں۔

مغیرہ ۔ پھر کیا سڑک پر ماری ماری پھرتی؟

اویس ۔ تم خود چلی جاؤ۔

مغیرہ ۔ یہ میرا کام ہے؟

اویس ۔ وہ کام تمہارا تھا تو یہ بھی ہے۔

مغیرہ ۔ اچھا میں خود چلی جاؤں گی۔

اویس ۔ تو کیا مجھ پر احسان ہوگا۔

مغیرہ ۔ کون کہتا ہے۔

اویس ۔ تمہاری گفتگو سے معلوم ہوتا ہے۔

مغیرہ ۔ بس جانے دو۔

اویس ۔ تم کو یاد نہیں کہ میں ہمیشہ جھینکتا رہا کہ خدا کے واسطے شمس پر توجہ کرو۔ علم بلا "تربیت" فضول ہے ۔ تم نے مطلق توجہ نہ کی۔ اب جو کچھ نتیجہ ہے تمہارے سوا کون بھگتے ۔ تم نے کیا تم بھگتو۔ مجھ سے کیا واسطہ۔ تم کو یاد ہوگا میں اس وقت کی پیشگوئی پہلے ہی کر چکا ہوں ۔ اور ابھی کیا ہے ابھی تو تم دیکھنا کیا کیا ہوتا ہے ۔ میں تمہارے سامنے بارہا رویا اور کہا تعلیم سے زیادہ اولاد کی تربیت ضروری ہے۔ اگر جاہل رہینگے تو بلا سے بدرجۂ مجبوری اس کو پورا کرو۔ مگر "تربیت" پر توجہ نہ کرنا ایسا گناہ عظیم ہے جس کا زخم نسلوں تک رہیگا اور کمبخت والدین کو رویگا۔ کیا یہ ہمارے خاموش اور زندہ رہنے کا وقت ہے کہ داماد برس نہ دو برس تین چار مہینہ میں ایسا اُکتا جائے اور پہلا خط اُسکا یہ آئے ۔ میری رائے میں تو یہ شریفوں کے واسطے مر جانے کا وقت ہے

شمس کی عمر برباد ہوئی۔ اور وہ باآواز بلند کہہ رہی تھی کہ مجھ سے زیادہ انسانیت کی دشمن کوئی لڑکی نہ ہوگی۔ لیکن اس نے اپنے ساتھ دوسروں کی مٹی جو پلید کی اُس کا کیا علاج ہوگا۔ کیا تم اسکو جائز سمجھوگی کہ یہ منہ داماد کو دکھاؤ۔ کیا تمہارا دل گوارا کریگا، تمہاری شرافت اجازت دیگی کہ اس کے جواب میں جمال کو لکھو کہ تو جھوٹا ہے اور شمس نہایت اچھی اور سمجھدار لڑکی ہے یہ وہ وقت ہے کہ اگر غیرت ہمارے پاس ہے، حمیت ہم میں موجود ہے تو ہم دونوں میاں بیوی زہر کھا کر اس غفلت پر قربان ہوجائیں۔ جو شمس کی تربیت سے ہم نے کی۔ اور دنیا کو دکھاویں کہ اگر والدین اولاد پیدا کرنے کے بعد اُس کی تربیت نہیں کرسکتے تو ان کو کوئی حق نہیں کہ اتنی مصیبت دوسری ہستیوں پر ڈالیں اُنکے واسطے بہتر یہی ہے کہ مرجائیں اور ایسی ناشدنی اولاد کے ماں باپ دوسروں کو منہ نہ دکھائیں۔

بیوی سے یہ گفتگو کرکے اویس باہر آیا خودکشی پر نہ گیا مگر گھر کے داروغہ کو بھیجدیا اور ہدایت کردی کہ شمس کو اتروا کر اُس کی سسرال پہنچا دو۔ اور یہ کہدو کہ جب تک وہ اپنی اصلاح نہ کرے اُسکا شوہر اور سسرال والے خوش نہ ہوں اُس کے میکے آنے کی ضرورت نہیں۔ داروغہ نے یہی کیا اور شمس سسرال جا پہنچی۔ اویس اور بیوی دونو بظاہر خاموش تھے اور پھر اس خاص مسئلہ پر دونوں کی گفتگو نہ ہوئی۔ مگر ایک کانٹا تھا جو ہر وقت اندر ہی اندر کھٹک رہا تھا۔ اور دونوں کی زندگی برباد کر رہا تھا۔ پانچ یا چھ روز اس طرح گذرے ہونگے کہ ایک دن دوپہر کے وقت جمال کا باپ اویس کے پاس آیا۔ منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی خاموش بیٹھ گیا۔ اویس ڈر رہا تھا کہ دیکھئے بدبخت لڑکی نے اور کوئی گل نہ کھلایا ہو کہ جمال کے باپ نے کہا، کیا عرض کروں جمال کا خط آیا ہے اُسنے آپ کو بھی خط لکھا ہے۔ میں نے سمجھا تھا کہ لڑکی ہے بچہ ہے۔ ناتجربہ کار ہے۔ ابھی

اونچ نیچ نہیں سمجھ سکتی کچھ میں سمجھاؤنگا کچھ اُس کی ماں بتائیگی۔ رفتہ رفتہ وہ راہ
راست پر آجائیگی۔ مگر رات کو میری پھوپی زاد بہن جو شادی کے موقع پر شریک
نتھی اِس کو دیکھنے آئی وہ چونکہ مذہب کی سختی سے پابند ہے۔ اور اس معاملہ
میں اسقدر سخت کہ اگر اس کے سیانے بچوں میں سے کوئی نماز نہ پڑھے تو اُن کو
کھانا تک نہ دے۔ گھر کے نوکر ماما میں اگر نماز سے غفلت کریں تو اُن کے ہاتھ
کا کھانا پینا اُس کو حرام ہے۔ میں نے خود کل شام کے وقت بہو بیگم کو اچھی
طرح سمجھا دیا کہ وہ دو تین روز کے لئے آگئی ہیں اُنکے سامنے کسی وقت کی نماز
قضا نہ کرنا ورنہ وہ اس گھر میں دم بھر نہ ٹکے گی۔ بلکہ ہمارا کھانا تک بھی نہ کھائیگی
آج صبح کو میں تو نماز کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ جب وہ نماز کو اُٹھی تو اُسنے
یہ سمجھکر کہ دلہن کی آنکھ لگ گئی اُنکو جگایا کہ وقت جا رہا ہے نماز پڑھ لو۔ میں جس وقت
لوٹا ہوں تو گھر میں قدم رکھتے ہی بہو بیگم کی یہ آواز میرے کانوں میں آئی "میں
ایسے ملانوں پر لعنت بھیجتی ہوں۔ یہ جہالت آپ ہی کو مبارک رہے۔ سوتے
آدمی کو جگانا سخت بد تہذیبی ہے۔ تم آدمیوں میں رہی ہو یا جانوروں میں۔ نماز
خدا کی ہے یا تمہاری جو اُٹھانے کھڑی ہو گئیں"۔ وہ بیچاری یہ سنکر سکتہ میں
رہ گئی۔ اُس نے نماز تو جوں توں پڑھ لی۔ مگر نماز پڑھتے ہی ڈولی منگوا روانہ
ہوئی۔ ہر چند میں نے روکا، اُس کی بھاوج نے بہتیرا سمجھایا، مگر ایک دم
نہ ٹھہری۔ آپ خیال فرمایئے ہماری تو عزت پر پانی پھر گیا۔ اور اور برادری کا
معاملہ نکلی ہونٹوں چڑھی کوٹھوں۔ ساری برادری پورا کنبہ فرنٹ ہو گیا۔ اب
سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ آپ سے عرض کر دیا کہ اگر مناسب
سمجھئے تو چند روز کے واسطے اُنکو بلا کر اپنے ہاں رکھیئے کہ ہم اُسکو دوبارہ
بلا کر معاملہ رفع دفع کر لیں"۔

(۱۷)

بس بسم اللہ کرو

مغیرہ۔ ایسی جلدی کیا ہے۔

اویس۔ ہاں مجھ کو جلدی ہے۔

مغیرہ۔ اچھا۔

اویس۔ آج ہی نکاح بھی اور وداع بھی۔

مغیرہ۔ تم نے اچھی طرح دریافت بھی کر لیا؟

اویس۔ ہاں۔

مغیرہ۔ لڑکا کیا کرتا ہے؟

اویس۔ اب اس تفصیل سے کیا واسطہ۔

مغیرہ۔ معلوم تو ہو جائے۔

اویس۔ کچھ ضرورت نہیں۔

مغیرہ۔ ایک کا حشر تو دیکھ چکے۔

اویس۔ مرضی خدا کی۔

مغیرہ۔ سوچ سمجھ کر کام کرو

اویس۔ بس شام کو نکاح ہے۔

مغیرہ۔ اور وداع؟

اویس۔ شام ہی کو۔

مغیرہ۔ کیا کہہ رہے ہو۔

اویس۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

مغیرہ۔ زیادہ جلدی نہ کرو۔

اویس ۔ مجھے شام کا انتظار بھی مصیبت ہے ۔
مغیرہ ۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتی ۔
اویس ۔ اور کیا کہو گی اور کیا کرو گی ۔ کہہ چکیں جو کہنا تھا ۔ اور کر چکیں جو کرنا تھا قمر کے فرض سے ادا ہوا اور خدا پر چھوڑ دو ۔ جو کچھ اُس کی تقدیر میں ہو گا بھگتے گی ۔
مغیرہ ۔ اپنی طرف سے تو پورا اطمینان کر لو ۔
اویس ۔ کر لیا ۔

شام کو قمر جہاں کا نکاح اسلام پور کے رئیس محسن سے ہو گیا ۔ اور اویس و مغیرہ کی یہ پیاری بچی میکے سے رخصت ہو کر سسرال پہنچی ۔

شمس کا دھکا اویس کے دل پر ایسا بیٹھا تھا کہ قمر کو بالکل بھول گیا ہر وقت اُس کے فکر میں تھا ۔ ارادہ کیا کہ چند روز کے واسطے اُس کو اپنے ہاں بلا لے ۔ مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی ۔ وہ ایک روز کے لئے ملنے آئی تھی مگر تمکنت نے اُسکا ایسا پیچھا لیا تھا کہ وہ ماں اور باپ دونوں کو بیوقوف سمجھ رہی تھی ۔ ماں نے چاہا بھی کہ چند روز رہ جائے ۔ مگر اُس نے منظور نہ کیا اور شام کو سسرال چلی گئی ۔

اب کیفیت یہ تھی کہ روز ایک نہ ایک حرکت ایسی گزرتی تھی جس کی شکایت بدنصیب ماں باپوں تک بلاناغہ پہنچتی ۔ ساس اور خسر دونوں پریشان تھے ۔ مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی ۔ بیٹے کو لکھ دیا کہ اپنا وبال اپنے پاس بلالے اور اس علم و فضل کی جس پر لٹو ہوا تھا خود ہی قدر کرے ۔ مگر وہ ایک دفعہ مزہ چکھ چکا تھا ۔ اُس نے صاف لکھ دیا کہ میں نے دوسرا نکاح کر لیا مہر میرے پاس ہے نہیں ۔ اگر وہ مہر معاف کر دیں تو میں طلاق لکھ کر

بھیجدوں۔

یہ تمام واقعات شمس وغیرہ اویس سب تک پہنچ رہے تھے۔ لیکن بجائے اس کے کہ اب بھی شمس کچھ سیکھتی اور زیادہ شیر ہوئی۔ متواتر پریشانیوں نے دونوں ماں باپ کو ایسا پریشان کیا کہ بیچاروں کو اس کے چارہ نہ رہا کہ چند روز کے واسطے مُنہ کالا کریں اور شہر چھوڑ کر باہر چلے جائیں تاکہ اس مصیبت سے نجات ملے۔

ان دونوں کے چلے جانے کے بعد شمس کی آنکھیں کھلیں اور مجبور و معذور میکے آئی۔ یہاں بھی دن رات وہی جھگڑا تھا۔ ماں جس طرح ہوتا بھگتتی اور دل ہی دل میں جلتی بھنتی۔

(۱۸)

قمر شادی ہوکر سسرال گئی تو شوہر کے دو سوتیلے بچے اس کی نگرانی میں آئے۔ جن کو ماں دو سال ہوئے چھوڑ مری تھی۔ بڑا لڑکا چھ سال کا اور چھوٹی بچی چار سال کی تھی۔ یہ دونوں بچے سوتیلے تھے۔ اور قمر کے اختیار میں تھا کہ چاہے جسطرح اُن کو رکھے۔ مگر وہ سمجھ رہی تھی کہ قدرت نے ان سے ایک ماں چھین کر اب دوسری ماں اس لیے دی ہے کہ وہ اپنی شفقت و محبت سے پہلی ماں کو دل سے بھلا دے اور اس طرح پیش آئے کہ معصوم دل بھول کر بھی اصلی ماں کو یاد نہ کریں۔ اُس نے سب سے پہلے ان بچوں کو اپنی طرف مائل کیا۔ اور کچھ ایسی غیر معمولی محبت کا اظہار کیا کہ دونوں کے دونوں مردہ ماں اور زندہ باپ دونوں کو بھول گئے۔ اگر وہ ایک روز کو بھی میکے جاتی تو دونوں کے دونوں اُس کے ساتھ جاتے۔ خود محسن کو ناگوار ہوتا۔ اور وہ سمجھتا کہ یہ لڑکی ہے ان بچوں کی پرورش اِس کے فرایض میں داخل ہو سکی نہ اسقدر کہ اپنی تمام مسرتیں

ان پر قربان کردے۔ اور وہ خوشی جو اسکو بیکے جانیسے میسر ہوتی ہے وہ اُس لیے
بھی ان کا وجود رخنہ انداز ہو۔ لیکن برخلاف اُسکے خیال کے قمر یہ سمجھ رہی تھی محسن
کی رضامندی صرف زندگی کی فلاح ہے۔ اور ان بچوں کی رضامندی ادائیگی
فرض بھی ہے۔ اور اصلاح عاقبت بھی۔ وہ دم بھر کو اُنکا ساتھ نہ چھوڑتی۔ کیا
کوئی ماما نوکر اتنا خیال رکھیگا جتنا وہ اُنکا رکھتی۔ کبھی یہ نہ ہوا کہ اُنسے پہلے خود کھایا
یا پہنا۔ کھلا کر کھاتی اور پہنا کر پہنتی۔ محسن نے دو سال نکاح نہ کیا۔ اور اُس کی بڑی
وجہ یہ تھی کہ وہ سُن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ مسلمان عورتیں اس خاص معاملہ میں
احکام اسلام کو سب سے زیادہ نظر انداز کر رہی ہیں۔ اور خود غرضی نے غفلت کے پردے
آنکھوں پر ڈال دیئے ہیں کہ وہ سوکن کے بچوں کی ڈائن بنکر کام کرتی تھیں ڈرتا
تھا کہ نکاح کرنا ان معصوموں کو اپنے ہاتھ سے دشمن کے سپرد کرنا ہے۔ مگر جب
یہ سنا کہ اویس کی چھوٹی لڑکی قمر واقعی انسان ہے اور اپنے فرائض کو اسطرح محسوس
کرتی ہے کہ مسلمان عورتیں مشکل سے کریں گی۔ تو نکاح کی حامی بھری۔ کیا مگر ڈرتے
ڈرتے کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ اور بچوں پر کیا گذرتی ہے۔ نکاح کے دو
چار روز بعد تک تو یہ سمجھتا رہا کہ ابھی نیا نیا معاملہ ہے۔ قمر کی طبیعت اور اُس کی توجہ
قابل اعتبار نہیں۔ مگر جب دن زیادہ گذر گئے اور دیکھا کہ اُس کی محبت بجائے کم ہونے
کے اور زیادہ ہو رہی ہے تو اسقدر خوش ہوا کہ علی الاعلان اپنے گھر کو جنت کہتا۔ قمر
نے بچوں کو ایسا چمٹایا کہ وہ چندہی روز میں اُس کا کلمہ پڑھنے لگے۔ ایک روز کا ذکر
ہے۔ شام کے وقت محسن اویس سے ملنے جا رہا تھا گاڑی طیار تھی کہ لڑکا آکر کہنے
لگا "ابا جان ہم کو بھی بھیجدیجے" قمر سن کر خاموش ہوئی محسن کپڑے پہن کر اندر آیا
چلنے لگا تو کہنے لگی۔

کدھر کا قصد ہے؟

محسن ۔ ابا جان کی طرف ۔

قمر ۔ بچہ کو بھی لے لو ۔

محسن ۔ نہیں ۔

قمر ۔ کیوں ؟

محسن ۔ ضرورت کیا ہے

قمر ۔ اس کی خواہش ہے ۔

محسن ۔ خواہش نہیں ضد ۔

قمر ۔ ضد نہیں خواہش ۔

محسن واہ ۔

قمر ۔ ضد اور خواہش میں کیا فرق ہے ؟

محسن ۔ تم بتاؤ ؟

قمر ۔ اگر خواہش ظاہر کرنے کے بعد بچہ کو یہ علم ہو جائے کہ والدین انکار کرتے ہیں اور پھر وہی خواہش کرے تو ضد ہو گی ۔ اس نے تو ابھی خواہش ظاہر کی ہے ۔

محسن ۔ تم اس منطق کو تو رہنے دو میں اپنے ساتھ نہیں لے جاتا ۔

قمر ۔ وجہ ؟

محسن ۔ کچھ نہیں

قمر ۔ یہ تو درست نہیں ۔

محسن ۔ میرا جی نہیں چاہتا ۔

قمر ۔ جی نہ چاہنے کی کوئی وجہ ؟

محسن ۔ یہ تو اختیاری نہیں ۔

قمر ۔ دل کی خواہش سوچ سمجھ کر پوری کرو ۔

محسن ۔ تم مجھے مجبور نہ کرو۔
قمر ۔ تم مجھے قائل نہ کرو؟
یہ اس قسم کی باتیں تھیں کہ اگر محسن کی پہلی بیوی زندہ ہوکر آتی تو پیٹ کے بچوں کے ساتھ اتنا ہی کر سکتی تھی جیسا قمر کر رہی تھی ۔ ایک اسی پر کیا موقوف ہے نماز روزہ خیرات زکوٰۃ ۔ غرض قمر کا گھر اسلام کا پورا نمونہ تھا ۔ اور اُس کی وجہ صرف "تربیت" تھی کہ اویس نے علم سے زیادہ اُسکے مسلمان بنانے کی کوشش کی ۔ اور اصول اسلامی کے مواقف اُس کی تربیت کی ۔ ساس کا ادب ، خسر کی تعظیم ، بزرگوں کا پاس ، چھوٹوں کا لحاظ ۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں قمر سے کسر رہ جاتی ہو ۔ یہ وہ وقت تھا کہ نہ صرف محسن بلکہ تمام بستی اُس کا کلمہ پڑھ رہی تھی ۔ اور حق یہ ہے کہ اس خوش قسمتی پر محسن جسقدر فخر کرتا کم تھا ۔

(۱۹)

شمس کے حالات ابتر ہوتے ہوتے اب نوبت یہانتک پہنچی تھی کہ وہ ماں اور باپ دونوں کی مطلق پروا نہ کرتی تھی ۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے ۔ کمبخت ایک بچہ کی ماں بھی بن گئی ۔ اور یہ ظاہر تھا کہ ایک پیسہ کی آمدنی نہیں ۔ ماں تھی یا خدا کا خوف ۔ اس کی تمام ضرورتیں کچھ کھلم کھلا کچھ اویس کے چوری چھپے مغیرہ رفع کر رہی تھی ۔ مگر وہ بے حیا اس کو ماں کی محبت باپ کی عنایت نہیں اپنا حق سمجھتی تھی ۔ اور اگر کبھی اتفاق سے کسی ضرورت کے پورا ہونے میں لمحہ بھر کی بھی دیر ہو جاتی تو آفت برپا کر دیتی ۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغیرہ وہی ماں جو شمس کے وداع پر دنیا سے ایسی بیزار ہوئی تھی کہ گھر تک کی پروا نہ رہی ۔ اب اُس کی صورت سے بیزار ہو گئی ۔ مگر کوئی علاج سمجھ میں نہ آتا تھا ۔ خدا خدا کرکے جمال تین مہینہ کی چھٹی لے کر گھر آیا ۔ تو دونوں میاں بیوی اویس و مغیرہ کی جان میں جان آئی اور

اُنھوں نے سوچا کر سمجھا بجھا کر میاں بیوی کا ملاپ کروا دینگے۔ جمال کا یہ لکھنا کہ دوسرا نکاح کر لیا محض دھمکی ہے۔ مگر اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ واقعی جمال کو اندر ہی اندر شمس نے ایسی گُجی مار ماری ہے کہ فقط مُنہ ہی سے نہیں واقعی نکاح کر لیا اور وہ دوسری بیوی ساتھ ہے۔ اویس گرا پڑا آدمی نہیں مشہور شخص تھا اور تمام شہر میں اُس کی عزت تھی۔ کچہری عدالت میں بھی کنبہ برادری میں بھی۔ وہ اگر چاہتا تو جمال کو اُس نکاح کا ایسا مزا چکھاتا کہ دونوں میاں بیوی جمال اور نئی دلہن کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔ اور مغیرہ نے کوشش بھی کی۔ اویس کو مجبور بھی کیا کہ وہ جمال کو اُس کے فعل کی سزا دے۔ لیکن اویس کے ایمان نے گوارہ نہ کیا کہ جمال کو ایک جائز حق کے استعمال کرنے پر جو اُسے بجا استعمال کیا پریشان کرے۔ شمس انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ مگر جس سے شکایت کرتی اور جمال کی بُرائی کا ذکر کرتی اُلٹا قایل کرتا۔ اس موقعہ پر ٹیڑھی کھیر جمال کے بچہ کمال کی پرورش تھی۔ ماں کی خواہش تھی کہ یہ میرے پاس رہے اور باپ چاہتا تھا میں لوں۔ اس قضیئے نے بھی خاصا طول کھینچا۔ اور افسوس یہ ہے کہ محض تربیت کی غفلت نے دونوں ماں باپوں کو وہ دن دکھایا کہ خدا دشمن کو نہ دکھائے۔

ایک روز جب کہ قمر بھی آئی ہوئی تھی مغیرہ اور اویس دونوں نے بیٹھ کر سوچا کہ اب شمس کے واسطے کیا کرنا چاہیئے۔ مغیرہ اپنی رائے دے رہی تھی۔ اویس اپنا خیال ظاہر کر رہا تھا۔ مغیرہ کہتی تھی مصیبت شریفوں کی بیٹیوں ہی پر آکر پڑی ہے۔ اس کے سوا چارہ نہیں کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے شمس اُس پر صبر و شکر کرے۔ خدا بچہ کی پرورش کروے۔ اب اس کی دنیا اور آمدنی سب بچہ کے دم سے ہے۔ اویس کہتا تھا ہم کو اس سے قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ اِس نے ہماری ناک کٹوائی۔ ہماری عزت خاک میں ملا دی۔ سارے شہر میں تھڑی تھڑی ہو رہی

ہے اسکو سسرال پہنچواؤ۔ اور یہ اپنے انجام کی خود ذمہ دار ہے۔ قمر نے سوچ سمجھ کر کہا: مجھے دونوں باتوں سے اتفاق نہیں ہے۔ مرد دوسرا نکاح دنیا میں کرتے ہیں۔ اور جب ہو چکا تو اب اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپا جان سب سے پہلے یہ غور کریں کہ نکاح ثانی کیوں ہوا۔ آیا جمال نے نکاح کیا یا کرنا پڑا۔ اگر وہ مجبور ہوا اور اسکے سوا چارہ نہ تھا تو قصور اس کا نہیں۔ آپا جان کا ہے۔ جب یہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور طبیعت کو اصلاح پر لائیں تو پھر یہ تجویز ممکن ہے۔ اور اگر یہ اس پر غور نہ کریں تو ہر کوشش بے سود ہے۔ میری رائے میں جمال سے بہت زیادہ آپا جان قصوروار ہیں۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ کسی شخص نے باہر سے آواز دی۔ معلوم ہوا کچہری کے اہلکار ہیں۔ اویس باہر نکلا تو جمال اور چند چپڑاسی اور اہلکار اس کے ساتھ تھے۔ بچہ اس کی گود میں تھا بچہ کی کھلائی پاس کھڑی رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی زبردستی میری گود سے میاں نے لے لیا۔ اویس خاموش تھا کہ قرق امین نے آگے بڑھ کر کہا عدالت کے حکم سے یہ بچہ باپ کے سپرد کیا جاتا ہے۔

اویس نے اب بھی کچھ جواب نہ دیا۔ چپکا اندر چلا آیا۔ جمال بچہ کو لے چلتا ہوا شمس دیر تک بیٹھی روتی رہی۔ مگر ہونا کیا تھا۔ اویس نے چاہا کہ جمال سے اس کا بدلہ لے۔ مغیرہ نے ترغیب دی۔ اویس کپڑے پہن رہا تھا کہ قمر نے کہا۔ بظاہر جمال کا یہ فعل زیادتی معلوم ہوتا ہے اور ہم قطعی طور پر اس سے اس کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ مگر حقیقتاً وہ مجبور تھا کہ یہ کاروائی کرے۔ اگر آپا جان اپنے فرائض ادا کرنے میں تامل نہ کرتیں تو آج اُن کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ قمر کی یہ بات اویس کی سمجھ میں بھی آ گئی۔ اور وہ کپڑے اتار خاموش بیٹھ گیا۔ مگر بچہ کی مفارقت نے شمس کی حالت خراب کر دی۔ دو تین روز میں اس کا زور ڈھے گیا۔ اور جس سر میں تمکنت کا دریا ہر وقت لہریں لے رہا تھا۔ اب وہاں لاچاری کا چٹیل میدان تھا

کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ رات رات بھر صحن میں ٹہلتی اور اس توقع پر کہ شاید وہ چاند سی صورت ایک دفعہ پھر نظر آ جائے۔ صبح سے شام ہو جاتی مگر مشکل سے دو چار نوالہ وہ بھی دوسروں کی زبردستی سے اُس کے پیٹ میں جاتے۔ اس طرح ایک ہفتہ کے قریب گذرا کوئی امید باقی نہ رہی تو ماممتا کی ماری ایک روز رات کے وقت باپ کے قدموں میں گری اور کہا "میں اپنی غلطیوں پر نادم ہوں۔ خدا کا واسطہ بچہ کی صورت مجھے دکھلا دیجیے۔"

اویس لاکھ ناراض اور صورت سے متنفر تھا۔ مگر اس وقت شفقت پدری نے جوش کیا۔ اُسکا سر اُٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا۔ اور سیدھا اُٹھ جمال کے پاس گیا۔ مگر افسوس جمال بچہ کو ساتھ لے کلکتہ کو روانہ ہو چکا تھا۔ یہ ایک بجلی تھی جو شمس کے سینہ پر کڑک کر گری۔ دروازہ میں کھڑی تھی کہ کیفیت معلوم ہوئی۔ چکرا کر وہیں گری اور بے ہوش ہو گئی۔ تین ساڑھے تین گھنٹہ بعد ہوش آیا تو ایک عجیب حالت تھی۔ آنکھ میں آنسو نہ تھا۔ زبان پر بات نہ تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اُٹھ بیٹھتی تھی اور پھر ہائے کہہ کر گر پڑتی تھی۔ تین دن اور تین رات اسی حال میں گذرے۔ منہ پیٹتی تھی، گھونسے اور ٹکریں مارتی تھی۔ حسرت سے ایک ایک کو دیکھتی تھی۔ کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ دل سینہ میں تڑپتا تھا۔ مگر وہ پیاری صورت نظر نہ آتی تھی۔ دیواروں سے باتیں کرتی ہولے التجائیں کرتی۔ اِدھر جاتی اُدھر جاتی اوپر ٹہلتی نیچے پھرتی۔ لیکن جو صورت آنکھ سے اوجھل ہو گئی تھی وہ نظر نہ آتی۔

برسات کا موسم تھا۔ رات اندھیری تھی۔ اور پانی دھائیں دھائیں پڑ رہا تھا۔ تڑپتی ہوئی فرش پر گری۔ دو راتوں کی جاگی ہوئی تھی گرتے ہی آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتی ہے۔ کلکتہ والے مکان میں خاموش کھڑی ہے مینہ زور شور کا پڑ رہا ہے بجلی کوندرہی ہے۔ اور جمال مع اپنی دوسری بیوی کے کمرہ میں بیٹھا قہقہہ لگا رہا ہے

بچہ انگنائی میں بیٹھا رو رہا ہے۔ لیکن باپ کے کانوں میں اُس کی آواز نہیں جاتی اور جاتی ہے تو وہ پروا نہیں کرتا۔ بڑی مشکل سے گھسٹ گھسٹ کر اور لڑک کر بچہ کمرہ کے قریب پہنچا کہ اندر چلا جائے۔ مگر جمال کی بیوی نے اُٹھ کر دروازہ بند کر لیا اور بچہ باہر بیٹھا بھیگتا رہا۔ خواب میں اس کیفیت کا نظر آنا ایک برچھی تھی جو اندر ہی اندر اُس کا دل زخمی کر رہی تھی کہ دفعتًا آسمان سے بجلی گری اور بچہ کا خاتمہ کر دیا۔ شمس یہ کہہ کر چیخ اُٹھی۔

"ہائے کمال"

لاکھ سب سمجھا رہے تھے۔ ماں کہتی تھی، باپ کہتا تھا۔ نوکر چاکر کہتے تھے۔ مگر اُس کی لگی میں فرق نہ آتا تھا۔ صبح تک اس درد سے چلائی کہ سارا محلہ کڑھتا رہا۔ صبح کے وقت جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو قمر نے بہنوئی کو یہ خط لکھا۔

ہم لوگوں کو شاید یہ حق نہیں ہے کہ آپ کے نکاح ثانی پر اعتراض کریں۔ اور بچہ کے لیجانے کو زیادتی بتائیں۔ مگر ہم کو یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ آپ نے اُس دور اندیشی سے کام نہ لیا جو ایک معقول داماد سے اُس کے سُسرال والوں کو توقع ہو سکتی ہے۔ مجھے اقرار ہے کہ شرع اسلام نے آپ کو یہ اختیار دیا تھا۔ کہ آپ دوسرا نکاح کر لیں۔ لیکن آپ نے جسقدر عجلت سے اس معاملہ میں کام لیا وہ لائق قابل بحث ہے۔ ضرورت تھی کہ آپ ہم کو موقعہ دیتے اور آپا جان کے یہاں آنے کے بعد منتظر رہتے کہ ہم خود اس معاملہ کیا کرتے ہیں بچہ کو ماں سے جُدا کرنے میں آپ نے اپنی نفسانیت اور سنگدلی کا کافی ثبوت دیا جس کی ذمہ داری شرعًا اور اخلاقًا دونوں طرح

آپ پر عائد ہو رہی ہے۔ آپ یقیناً اُس درد کا اندازہ نہ کر سکے جو
ایک ماں کو بچہ کے فراق میں ہوتا ہے۔ ورنہ ایسا فعل جو ظالم سے
ظالم آدمی بھی نہیں کر سکتا آپ جیسے معقول آدمی سے سرزد ہوتا۔
اب میری عرض صرف یہ ہے کہ میں آپ کو اطلاع دیدوں کہ وہ
بدبخت شمس جو آپکے بچہ کی ماں ہے سکرات میں ہے اور امید نہیں
کہ وہ چار پانچ روز بھی اور زندہ رہ سکے۔ آپ یاد رکھیئے کہ شمس کی
موت کا بار آپ کی گردن پر ہے۔ آپنے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔ اپنی
آنکھیں روشن کیں۔ مگر اُس ماں کو جس نے پیٹ میں رکھا اور
دودھ پلایا اُسکے لال کی صورت سے محروم کر دیا جس نے اُس کی
جان پر بنا دی۔ اور اب وہ اپنے بچہ کے واسطے تڑپتی اور بلبلاتی
دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔ میں ضروری نہیں سمجھتی کہ آپکے نکاح
ثانی پر بحث کروں۔ اور بتاؤں کہ آپ اس جلدی میں حق بجانب
نہ تھے لیکن ایک معصوم بچہ کو ماں سے جدا کرنے والا شخص انسانیت
کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ابھی وقت ہے کہ آپ انسانیت کا ثبوت
دیں۔ اور ایک مردہ ماں کو جس کی آنکھیں دروازہ پر لگی ہوئی ہیں
اُس کے بچہ کی صورت دکھا کر زندہ کر لیں۔ جمال اس موقع کو غنیمت
سمجھو! اور یقین کرلو کہ یہ فعل زندگی کے تمام گناہوں کا کفارہ
ہو جائیگا۔"

قمر نے باپ سے ذکر کیا نہ ماں سے اور یہ خط لکھ کر بہنوئی کو ڈلوا دیا۔
شمس کی حالت صبح ہوتے ہوتے اور زیادہ بگڑ گئی تھی۔ وہ دن بھر مچھلی
کی طرح تڑپتی رہی۔ بیٹھی بیٹھی اُٹھ بیٹھتی تھی۔ چاروں طرف ہکا بکا دیکھتی تھی

اور کہتی تھی

"کمال کہاں ہے"

دو روز اور دو رات یہی حالت رہی۔ تیسرے روز رات کے وقت اس کی حالت بگڑ گئی۔ اور دل کی حرکت کمزور ہونے لگی۔ ڈاکٹر اور حکیم سب موجود تھے۔ اویس اور منیرہ اور قمر رو رہے تھے کہ اویس نے کہا۔

لے شمس کمال آگیا

فوراً آنکھیں کھولدیں چاروں طرف دیکھا۔ اور اشارہ سے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا کر کہا۔

اب کمال خدا کے ہاں ملیگا

یہ کہکر روئی اور اشارو ں کرتے ہچکی بندھ گئی۔ دل بدستور کمزور ہو رہا تھا اور حرکت اضمحلال کی جانب رجوع تھی کہ جمال واقعی بچہ کو لیکر پونچا اور سب بہ چیخ اُٹھے۔

لو بچہ آگیا

قمر نے جلدی سے بچہ کو گود میں لیکر ماں کے سینہ پر ڈال دیا۔ گھبرا کر بھینچ لیا اور چیخ کر کہا۔

ہائے میرا کمال۔

خوشی کے مارے اچھل پڑی۔ بچہ گلے سے چمٹا ہوا تھا۔ مسرت کی انتہائی حالت میں دل کی حرکت بند ہوئی۔ اور شمس بچہ کو کلیجہ سے چمٹائے دنیا سے رخصت ہوئی۔

(۲۰)

قمر کی انسانیت نے تمام اسلام پور میں سکہ بٹھا رکھا تھا۔ خبر موت مشہور ہوتے

ہی تمام دنیا امنڈ پڑی اور قمر کے پاس اسقدر مخلوق تعزیت کو آئی کہ گھر میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اُس نے سسرال کی زندگی کیسی گذاری۔ اُس کا اندازہ اس سے ہو گا کہ اُس کی زندگی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ اور ہر متنفس اُس کا زیر بار احسان تھا۔ اسلام پور والے جو اچھے اچھوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اس کے نام کے دیوانہ تھے۔ اور حق یہ ہے کہ وہ خود تکلیفیں اُٹھاتی تھی اور دوسروں کو آرام پہنچاتی تھی۔ قمر جس وقت بہن کے واسطے تڑپ رہی تھی اُس وقت شمس کی موت سے متاثر نہیں قمر کی تکلیف سے بیسیوں عورتیں اُس کے درد کی شریک تھیں منیرہ کی حالت ایسی ابتر ہوئی کہ وہ سترہ اٹھارہ گھنٹہ تک بے ہوش پڑی رہی اور ہوش آیا بھی تو بیہوشی سی تھی۔ اس موقع پر اولیس سے ضبط نہ ہو سکا سنگدلی تھی یا ضرورت تھی۔ اُس نے بھرے مجمع میں کہدیا۔

کہ میں جس بات کو روتا تھا وہ آج پیش آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ ایک "تربیت" کی غفلت نے کیا دن دکھایا۔ اشد ضرورت ہے کہ مسلمان مائیں ہم سے سبق لیں اور اولاد کی "تربیت" کو ہر ضرورت سے مقدم سمجھیں ؎

مصنفہ علامہ راشد الخیری دہلوی

راقم الحروف احقر محمد عنایت اللہ ابن مولوی محمد عبد اللہ صاحب خوشنویس کوٹ وارث ضلع گوجرانوالہ

تصانیفِ مصوّرِ غم علّامہ راشد الخیری دہلوی

اللہ تبارک و تعالیٰ اِس علامہ کو جزائے خیر دے جس نے تعلیم و تربیت نسواں کے لئے ایک بے بہا خزانہ اور نایاب زیور مہیا کر رکھا ہے۔ اِنکو اگر خاتونیں غور سے پڑھینگی اور اپنی اصلاح کرینگی علاوہ متعلقین کے خوش رکھنے کے عاقبت کی بھی فلاح پائیں گی۔

مردوں کو پڑھنا بھی میرے خیال میں ضروری ہے۔ خواہ کسی عمر کے ہی کیوں نہ ہوں بھلا جنکو پڑھنے سے ایک ایسا ذریعہ ہاتھ آجائے کہ اپنے گھر کو اپنی زندگی کو نمونہ بہشت بنائیں اُنکو اور کیا چاہیئے۔ آگے بابا اختیار بدست مختار۔

محبوبۂ خداوند۔ قرونِ اولیٰ کے پرجوش مسلمانوں کی جانبازیوں کا عبرت ناک مرقع اسلامی جوش اور سلفِ صالحین کی محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ عیسائی راہبوں کی شرمناک کاروائیوں کا آئینہ نہایت ہی پُر درد دلچسپ تاریخی ناول قیمت عہ

صبحِ زندگی۔ شامِ زندگی۔ شبِ زندگی۔ اِن میں ایک پُر درد و دلچسپ پیرایہ میں وہ تمام باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ جن کی پیدائش سے لیکر وفات تک ضرورت پڑتی ہے۔

صبحِ زندگی میں نسیمہ کے بچپن کا زمانہ دکھا کر یہ بتایا گیا ہے کہ پیدائش سے شادی تک لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کیونکر کرنی چاہیئے۔ عہ

شامِ زندگی۔ اِس میں سسرال کے زمانہ کی مشکلات کو ایسے موثر طریقے سے سمجھایا گیا ہے کہ سعید لڑکیاں میکہ سے نکلنے کے بعد خوش ہی رہ سکیں۔ عہ

شبِ زندگی۔ اِس میں موت کے بعد کا بیان ہے اور عالم بالا کا حال ہے۔ قیمت عہ

نوحۂ زندگی۔ بیوہ عورت کی زندگی اور اُس کے دردناک مصائب ایک پُر درد قصہ کے پیرایہ میں ۱۲ر

یاسمین شام۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت فتح بیت المقدس کے ولولہ انگیز کارنامے اور اسلام کے اُس عہدِ زریں کی تاریخ کے ساتھ حسن و عشق کے دلچسپ مرقعے۔ عہ

عبدالرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

شمع سحر جادوگری کی شکست طبیعت نیکی کی فتح سچی محبت کے نتائج۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ناول کیا ہے جادو ہے لارڈ لیٹن لائٹ کے مشہور فسانہ لاسٹ ڈیز آف پامپے آئی کو ویسی رنگ دیا ہے۔

واہ۔ مسٹر اغر سانی کے ناولوں میں سب سے بہتر ناول ہے۔ انسپکٹر محمود ہندوستانی کے شرلاک ہومز کے کارنامے۔ مسٹر ٹامکنس صاحب بہادر ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کے ایماء سے لکھا گیا ہے اور انہی کے نام پر معنون ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

گلبدن ڈیٹیکٹو ناول ہے عیاروں کی عیاریاں سادہ لوح حریفوں کی درگت مصنف نے جو کچھ کی ہے دیکھنے ہی تعلق رکھتی ہے یہ محض ناول ہی نہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے بعض لوگوں کا ٹھیک ٹھیک چربہ اتارا گیا ہے اور جو کچھ اس میں مفید باتیں ہیں وہ ناظرین حاصل کرینگے روکھی میں ۱۲ر

سُرخ حرف بعض کا خیال ہے کہ یہ فلسفی ناول جو سراپا سوز و گداز ہے بہتر یہ تصنیف میں سے ہے اور یہ بالکل سچ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دیو انتقام شوہر نے عبرت خیز انتقام کس طرح لیا قابل دید ہے ۱۲ر

مکافاتِ عمل ایک اعلیٰ درجہ کا دل بہلانے والا ناول جسے پڑھ کر جسم میں سنسنی پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں ولولے اٹھتے ہیں ۱۲ر

دل کے ٹکڑے یہ وہ دردانگیز ناول ہے کہ جس کو پڑھ کر انسان کا کلیجہ واقعی درد مجسم بن جاتا ہے۔ اور دنیا کی بے ثباتی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے قیمت صرف ۱۲ر

مولوی علامہ قاضی درسیمع کی تصنیفات

اتنی مقبول زمانہ ہوئیں کہ ان کے بار بار طبع میں میرا خیال ہے مالک کو بعض وقت سخت دقت لاحق ہوتی ہوگی۔

تاریخ اسلام چار جلدوں میں۔ صہ روپیہ	انجام بخیر عہ	خونی وزیر ۱۲ر
برگشتہ کی شہزادی عہ	سفری بی بی ۸ر	موتیوں کا جزیرہ چار ضخیم
زہریلا درخت عہ	میاں بیوی کا ڈراما ۶ر	جلدوں میں قیمت صہ روپیہ
	جنٹلمین چھ ۸ر	

عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

بقیہ تصنیفات مُصوّرِ غم علّامہ راشد الخیری دہلوی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
موؤدہ	۸ر	منازل السائرہ	عہ	درِ شہوار	[illegible]
تائید غیبی	۸ر	سنجوگ	۱۰ر	انگوٹھی کا راز	۸ر
لڑکیوں کی انشا	۱۲ر	گوہرِ مقصود	۶ر	جوہرِ عصمت	۶ر
ماہ عجم	عہ	سوکن کا جلاپا		فسانۂ سعید	۱۰ر

ایک نیا تاریخی ناول

یُوسُف پاشا

مصنفہ میر راشد دہلوی

عشق و محبت رزم بزم اسلامی جوش مجاہدین اسلام اور مسیحوں کی معرکہ آرائیاں نہایت عجیب و غریب نظارے جن میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ ترک ڈاکو نہیں تھے۔ بلکہ ڈاکو وہ تھے جو مسلمانوں کو ڈاکو بتاتی تھے اس کا زبردست ثبوت انگریزی تاریخوں سے دیا گیا ہے۔ طرز بیان ایسا اعلیٰ کہ بغیر ختم کئے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ قیمت عہ ایک روپیہ آٹھ آنہ

علاوہ ازیں ہر قسم کی کتابیں با رعایت ملنے کا پتہ

عبد الرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

اطلاع

سمرنا کا چاند یا تربیت نسواں کے دائمی حقوق ملکیت و
اشاعت مجھے حاصل ہیں۔ اسلئے کوئی صاحب اسکو یا اسکے
کسی باب کو یا اسکے کسی حصہ کو بطور خود چھاپنے کا ارادہ
نہ کریں۔ ورنہ اخلاقی و قانونی جرم کے مرتکب ہونگے ۔
ہاں تاجران کتب اسی سے فائدہ حاصل کرنا چاہیں۔
تو تعداد کے لحاظ سے کمیشن معقول پر اس کی جلدیں دوکان
عبدالرشید برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور سے
خرید سکتے ہیں ؛

خاکسار
سید مبارک علی شاہ گیلانی
مولوی فاضل

پنجابی پریس" ہوتیں باہتمام لالہ دیوا چند پروپرائیٹر چھپا۔